اہلسنت مورخین کے مآخذ میں واقعہ کربلا کی خبر سے متعلق چند تاملات

اصغر قائدان

سنہ ۶۱ ہجری میں تاریخ اسلام جانگداز اور غم انگیز واقعہ سے دوچار ہوئی کہ ۱۴/ صدی گزرنے کے بعد آج بھی اس کی یاد تازہ اور زندہ و جاوید ہے۔ امام حسینؑ کا قیام اور واقعی عاشورا اس کے بعد تقریباً ایک صدی میں تاریخ کے دامن میں ثبت اور ضبط ہوا ہے اور مورخین نے اس دردناک واقعہ کی خبر لکھی۔ جہاں اس دور میں اسلامی معاشرہ کے اندر اختلاف حد سے سوا ہو گیا اور مختلف فرقے اور مذاہب پیدا ہو گئے تو ان فرقوں اور مذاہب کے مورخین میں سے ہر ایک نے اپنی دینی، سیاسی اور فکری سلیقوں سے اور اس سے بڑھ کر موجودہ حکومت کے زیر اثر آ کر اس واقعہ کی خبر لکھی ہے اور اس سے متعلق نظریات اور بیانات دیئے ہیں۔ واقعہ عاشورا شیعہ اور سنی دو کلی نقطہ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔ جو کچھ ان نظریات میں (کہ ہر ایک میں شعبے اور دیگر نظریات پائے جاتے ہیں) مورد اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ رسول خداؐ کے نواسہ اور ان کے خاندان کا قتل عام مذموم اور قابل نفرین و لعنت اور مجرمانہ عمل ہے۔

پہلے نظریہ یعنی اہلسنت کے نقطہ نظر سے ان دونوں کے علاوہ ایک بہترین نظریہ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ ابن حنبل، ابن جوزی، قاضی ابی یعلی، تفتازانی، ابن حزم اندلسی اور جاحظ جیسے افراد کا نظریہ ہے کہ یہ جرم معاف کرنے کے قابل نہیں ہے اور اس جرم کے مرتکب اور باعث افراد ملحد، کافر اور عذاب الہی کے سزاوار ہیں اور ان پر لعنت کرنا جائز ہے اور ابن عربی صاحب "العواصم والقواصم" اور حکومت اور اقتدار کی طرف رجحان رکھنے والوں کا نظریہ ہے کہ اگرچہ یہ عمل مذموم اور ناپسندیدہ ہے لیکن یزید نے اسلامی خلیفہ کے عنوان سے اجتہاد کیا ہے جس طرح حسینؑ نے قیام کرنے کو اپنا فریضہ سمجھا اسی طرح یزید نے بھی اپنی حکومت کو ثبات اور دوام عطا کرنے کے اعتبار سے اس قیام کو کچلنا اپنا لازمی فریضہ جانا ہے، کیوں کہ امام حسینؑ کا خروج اسلامی خلیفہ کے خلاف (کاش اسلامی خلیفہ ہوتا) اور ایک فتنہ تھا اور پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد فتنہ کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ واضح ہے کہ ہر صاحب نظر اور اس نظریہ کے حامی نے اس نظریہ میں اکفی تحریفیں کی ہیں تاکہ حقائق کو پوشیدہ کر کے اسے کم رنگ بنا دے۔ ہم اسی بحث میں واقعہ عاشورا سے متعلق اہلسنت کے مآخذ میں ظریف اور اہم نکتوں کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں، جیسا کہ ہم اب جانتے ہیں کہ قیام حسینؑ کے بارے میں سب سے پہلا لکھنے والا ابو مخنف وفات ۱۵۷ھ ق ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کی خبر دینے والے اور لکھنے والے سب سے پہلے شیعہ ہی ہیں، لیکن افسوس کہ ان کے اکثر و بیشتر مآخذ کے نابود ہو جانے کی وجہ سے اہلسنت

مور خین کو واقعہ عاشورا کا لکھنے والا اور ثبت کرنے والا جاننا چاہئے۔ واضح ہے کہ ان مور خین نے اپنے مذہبی اور فکری نظریات اور زمانہ کے حالات کے پیش نظر یعنی اموی اور عباسی حکومت کے دوران اور ان کی حکومت کو چیلنج کرنے والی چیزوں میں تحریف، انہیں پوشیدہ رکھنا اور ان کی سیاست سے ناساز گار ہونے کا رجحان ہے۔ انہوں نے اس غمناک واقعہ میں تحریف کر دی کہ ہم نے اس مقالہ میں ایک تقابلی جائزہ شیعہ مآخذ اور عقل و استدلال سے استفادہ کرتے ہوئے مذکورہ مآخذ میں چند اہم اور سیاسی نکتوں کی جانب اشارہ کر رہے ہیں تاکہ واقعہ عاشورا جن حقیقت کی بنیاد پر رونما ہوا ہے اور جو اس کی حقیقت تھی تاریخی تحریفات سے دور رہ کر اور داستان سرائی سے اجتناب کرتے ہوئے روشن کرنا چاہتے ہیں۔

اس تحقیق میں تحریف کے موارد اور قابل غور نکات کچھ اہلسنت مؤرخین کے منابع و مآخذ ان میں سے تاریخ طبری، تاریخ مدینہ و دمشق (ابن عساکر)، تاریخ الاسلام (شمس الدین ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، تاریخ الخلفاء (سیوطی)، نھادیۃ الارب (نویری)، العقد الفرید (ابن عبد ربہ)، العبر (ابن خلدون) و ... پر تنقید و تبصرہ اور تحقیق کریں گے اور وہ نکات درج ذیل ہیں:

الف۔ مذکورہ مآخذ میں حسینی قیام کے محرک اور مقصد کا واضح نہ ہونا۔

ب۔ یزید کی بیعت، اس کی ملاقات کے لئے امام کا درخواست کرنے کے مسئلہ کی نقد و بررسی۔

ج۔ عمر بن سعد کے مردود اور مصلح چہرہ کی منظر کشی۔

د۔ یزید کے امام حسینؑ کو قتل سے بری کرنے کی کوشش۔

ھ۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد نظام ہستی میں خارق العادت امور اور معجزات کے رونما ہونے سے متعلق کربلا کے نامہ نگاروں کی روایات کی تحقیق اور چھان بین۔

الف۔ اہلسنت مورخین کے مآخذ میں امام حسینؑ کے مقصد قیام اور اس کے محرک و سبب کا واضح نہ ہونا:

ایک اہم نکتہ جو اہلسنت مورخین کے مآخذ میں واقعہ عاشورا اور قیام سے متعلق مورد توجہ واقع ہوتا ہے وہ مذکورہ مآخذ میں امام حسینؑ کے قیام کے محرک اور مقصد کا واضح نہ ہونا ہے کہ اکثر مآخذ میں اس سے متعلق بات دیکھنے میں آئی نہیں ہے۔ جبکہ امام حسینؑ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے عراق روانہ ہوتے وقت متعدد مقامات اور مختلف مواقع پر یزید کے خلاف اپنے قیام اور خروج کا مقصد واضح اور آشکار طور پر بیان فرمایا ہے لیکن مذکورہ مآخذ میں اس بات کی عمداً یا سہواً رپورٹ نہیں دی گئی ہے۔ طبری واقعہ کربلا کا لکھنے والا ایک عظیم مورخ ہے کہ اس واقعہ کو زیادہ تر "ابو مخنف" کی زبانی اور ان کی کتاب مقتل جو نابود ہو چکی ہے، سے نقل کرتا ہے۔ اس نے چند مصلحت اندیش افراد کی حسین سے درخواست اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحتوں کو فہ نہ جانے اور مکہ میں قیام کرنے یا عراق کے علاوہ کسی اور سرزمین کی طرف کوچ کرنے ک درخواست کرنے والوں اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت اور خیر اندیشی کو بیان کرتے ہیں لیکن ان کی رپورٹ میں امام حسینؑ کا مقصد قیام سے متعلق کوئی بیان یا جواب ملاحظہ نہیں کرتے

اور یزید کے خلاف تحریک چلانے اور قیام کرنے کا کوئی محرک اور سبب دکھائی نہیں دیتا جبکہ بہت سارے شیعی یا شیعہ رجحان رکھنے والے مورخین نے اس کو ثبت کیا ہے اور اپنی کتابوں میں بسط و تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ ہم ان نظریات کی طرف اشارہ کریں گے۔

طبری مکہ میں امام حسینؑ کو عراق کی طرف جانے سے روکنے والے دو مصلحت اندیش افراد کا ذکر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک "عبد اللہ بن عباس" اور دوسرا "عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی" ہے۔ عبد اللہ بن عباس امامؑ کے مکہ سے خروج کرتے وقت آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور کہتے ہیں: کیا آپ ان لوگوں کے درمیان جارہے ہیں جنھوں نے اپنے امیر کو قتل کر دیا ہے، اپنی سرزمینوں پر قابض ہوگئے ہیں اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال باہر کر دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ان کی طرف جائیں لیکن اگر انھوں نے آپ کو دعوت دی ہے جبکہ ان کی امید وہیں پر ہے اور اس نے ان کو کچل دیا ہے اور اس کے کارندے سرزمینوں کے ٹیکس ان سے لیتے ہیں، پس آپ جان لیں کہ ان لوگوں نے آ کو جنگ کی دعوت دی ہے اور مجھے اس سے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں وہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دیں، جھوٹ کہیں اور آپ کی مدد کرنے میں کوتاہی کریں اور آپ کے خلاف جنگ کریں اور آپ کی نسبت سارے لوگ شدت اختیار نہ کر جائیں[1]۔

یہاں پر طبری نے امام کا صرف ایک مختصر جواب لکھا ہے کہ دیگر مآخذ سے مختصر موازنہ کرنے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام کا مکمل جواب یا حذف کر دیا گیا ہے یا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا ہے۔ طبری میں مذکورہ جواب یہ ہے: امام نے فرمایا: میں خداوند عالم سے خیر کا طالب ہوں اور کیا ہونے والا ہے اس کا انتظار کر رہا ہوں"[2]۔ یہ اس حال میں ہے کہ "بلاذری" امام کے اس جواب کو جو آپ کے عراق کی جانب حکومت کرنے کے مقصد اور محرک کو بیان کر رہا ہے، مکمل طور پر پیش کر رہا ہے:

''ا بن عم و اللہ لاعلم انک ناصح مشفق و قد ارمغت علی المسیر ... و اللہ لا یدعونی حتی یستخرجوا هذه العلقۃ من جوفی فاذا فعلوا اسلط اللہ علیهم من یذلهم حتی یکونوا اذل من فرام المرئۃ''[3]؛

اے ابن عم! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ مہربانی اور نصیحت کرنے والے ہیں، لیکن میں نے عراق کی سمت روانگی کا فیصلہ کر لیا ہے خدا کی قسم یہ لوگ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرا خون نہ بہا دیں اور جب اس عظیم جرم کے

---

[1]۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری، ۲۹۴۳۔

[2]۔ سابق حوالہ اسی جگہ۔

[3]۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، ۳/ ۱۶۲؛ شیخ مفید، محمد بن نعمان، الارشاد ۲/ ۷۷، آخری ماخذ میں یہ جواب "عمرو بن لوذان" نامی شخص کے جواب میں عکرمہ سے ذکر ہوا ہے۔

مرتک ہو جائیں گے تو خداوند عالم کسی کو ان پر مسلط کرے گا تا کہ ان لوگوں کو اسی طرح ذلت ار زبوں حالی سے دوچار کرے کہ عورتوں کے حیض کے کپڑے سے بھی زیادہ ذلیل اور رسوا ہوں گے۔ ابن اعثم نے بھی اسی سے ملتے جلتے بیانات درج کئے ہیں اور یہ کہ امامؑ نے مدینہ والوں کی خبر پہونچانے کی ذمہ داری ان (عبد اللہ بن عباس) کو دی تھی اور یہ کہ حرم (مکہ والے) امام حسینؑ کی نصرت نہیں کرتے اس بات کی آپ کو خبر دیدیں[1]۔

دوسرے نصیحت کرنے والے مصلحت اندیش جن کا طبری ذکر کر رہے ہیں "عمر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام بن ہشام مخزومی" ہیں کہ وہی عبد اللہ بن عباس کی باتوں کی تکرار کی ہے لیکن اضافہ کرتے ہیں: آپ اس سر زمین کی جانب جا رہے ہیں جہاں کے لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے کہیں وہی لوگ آپ کے خلاف جنگ نہ کریں جبکہ آپ کو اپنے دل میں ان سے کہیں زیادہ دوست رکھتے ہیں جن کے ساتھ جنگ کرینگے۔

یہاں پر دوبارہ امامؑ کی گفتگو کو طبری ثبت کر کے لکھتا ہے: آپ کے قیام اور خروج کا کوئی مقصد اور محرک نظر نہیں آتا اور یہ کہ امامؑ اس نصیحت کی وجہ سے دعائے خیر دیتے ہیں اور اسے ایک پسندیدہ مشاور جانتے ہیں۔ لیکن مکہ سے روانہ ہونے اور خارج ہونے کی وجہ کے بارے میں کوئی بیان نہیں ہے[2]۔

طبری نے اپنے بیانات میں صرف انہی دو خیر اندیش اور مصلحت اندیش کا ذکر کیا ہے اور جبکہ جہا گیا ہے امام کا مکمل جواب جو آپ کے قیام کے مقصد اور محرک کو بیان کر رہا ہو اسے نہیں پیش کرتا اور یہ اس حال میں ہے کہ تاریخی مختلف مآخذ ۵/افراد سے زیادہ کی باتوں کو ذکر کر رہے ہیں کہ امامؑ نے ان کے جواب میں اپنے قیام اور خروج کی علت، وجہ، مقصد اور محرک کو دقیق اور واضح انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ طبری میں امامؑ کے خطبوں، بیانات، وصیت نامے، امام کی تاکیدیں، آپ کے بصرہ والوں اور بنی ہاشم کے بزرگوں کے نام مکہ یا تمام علاقوں میں خطوط کا ذکر نہیں کرتا جو سارے کے سارے امام کے مقصد قیام اور اس کے محرک کا پتہ دے رہے ہیں۔ یہ امر ایک اتفاقی یا ناگہانی غفلت نہیں ہو سکتا؛ کیوں کہ طبری اپنی تمام تر تاریخی رپورٹوں میں قلم سے کوئی چیز چھوڑی نہیں ہے اور نہ ہی اختصار کی جانب رجحان رکھتا ہے یہاں تک متناقض اور متضاد روایات بھی ایک دوسرے کے پہلو میں ذکر کر دیتا ہے، لیکن یہاں پر کون سی چیز باعث ہوئی کہ وہ امامؑ کے اتنے سارے خطوط، تقریروں اور خطبوں کو نظر انداز کر دے؟ کیا دینی، سیاسی سلیقے اور اس کی وابستگی نیز اس کے زمانہ کے سیاسی اور مذہبی حالات اس امر کی دلیل

[1] ۔ ابن اعثم کوفی، احمد بن محمد، الفتوح ۲۹/۵۔
[2] ۔ طبری، وہی جگہ۔

رہے ہیں؟

دیگر مؤرخین جیسے "ابن عبد و بہ" اور "ابن خلدون" نے بھی اپنے سلف طبری کی روش اپنائی ہے اور انہوں نے "عبداللہ مطیع" کی مکہ میں امام سے گفتگو اور اس کی نصیحت کو بیان کیا ہے کہ یہ بھی آ کو کوفہ اور عراق جانے سے منع کر رہے تھے اور ان کی عہد شکنی اور بے وفائی کا ذکر کیا ہے[1]۔

یہاں پر بھی امام کا جواب مذکور نہیں ہے، ایک دوسرا مورخ جو اس سلسلہ میں کوتاہی اور غفلت کرتا ہے "ابن عساکر" ہے وہ "عبداللہ بن عمر" اور دوسروں سے کچھ رپورٹ دیتا ہے کہ سارے لوگوں نے امام حسینؑ کو کوفہ اور عراق جانے سے روکا اور کہتے ہیں: خداوند عالم نے رسول خداؐ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تو آپؐ نے بھی آخرت کو ترجیح دی اور اسے اختیار کر لیا اور آپ ان کے پارہ تن ہیں آپ دنیا کے پیچھے نہ جائیں"[2]۔ یہ خبر اس حال میں ہے کہ اکثر و بیشتر مآخذ اور شیعی مآخذ بھی ان افراد کو امامؑ کے جواب کو جو سارے کا سارا عراق کی جانب کوچ کرنے کے محرک اور یزید کے خلاف قیام کرنے کے مقصد کو بطور دقیق بیان کر رہے ہیں؛ لیکن ابن عساکر نے ان میں سے ایک بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ اور واضح ہے کہ اس کی ناقص روایات سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حسینؑ دنیاوی اور مادی حکومت کی فکر میں تھے اور اسے آخرت پر ترجیح دی ہے۔ درحقیقت کہنا یہ چاہئے کہ قیام کا اصلی سبب اس قسم کی خبر سے پوشیدہ رہ جائے گا، بلکہ کسی دوسری طرح سے گمراہ ہو جائے گا۔ اس معنی میں کہ امام حسینؑ کے دنیاوی اور مادی اقتدار اور جاں طلبی کی کوشش تھی۔

ایک دوسرا مورخ "شمس الدین ذہبی" کتاب "تاریخ الاسلام" کا مولف ہے کہ وہ بھی اسی طرز کو اپناتا ہے۔ ذہبی ابتداء میں اس بات کو ذکر کر کے کہ کوفہ والوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور آپ کو اپنے شہر میں دعوت دی۔ "ابو سعید خدری"، "مسیب بن یخبہ فزاری"، "عبداللہ بن عباس"، "عبداللہ بن مطیع"، "عبداللہ بن عمر" اور "عبداللہ بن جعفر" جیسے افراد کا ذکر کرتا ہے کہ ان لوگوں نے امام کی خدمت میں آکر کہا یا آپ سے خط و کتابت کی اور اس اقدام کے عواقب اور انجام سے یعنی یزید کے خلاف قیام کرنے اور اس کی بیعت کے انکار کرنے کے انجام سے باخبر کیا۔ ان سب افراد کی باتیں یہ ہیں: اے حسین! کوفہ والے اپنے عہد کو وفا کرنے والے نہیں ہیں، وہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے آپ کے والد گرامی کو شہید کیا ہے اور آپ کے بھائی کو زہر ہلاہل پلایا ہے اور آپ کو بھی قتل کر کے رہیں گے"[3]۔

ذہبی ان افراد سے اتنی ساری باتیں اور نصیحتیں نقل کرنے کے بعد امامؑ کا عبداللہ بن جعفر کو خطاب کر کے مختصر جواب کے

---

[1]۔ ابن عبد ربہ، احمد بن محمد، العقد الفرید، ۳۴۶/۴؛ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون ۲۱/۳۔

[2]۔ ابن عساکر، علی بن الحسن، تاریخ مدینہ دمشق، ترجمہ ریحانہ رسول اللہ حسینؑ، تحقیق محمد باقری محمودی، ص ۱۰۹۔ ۲۰۱۔

[3]۔ الذہبی، شمس الدین محمد، تاریخ الاسلام ۵/۴۔ ۹۔

علاوہ کسی اور بات کو نقل نہیں کرتا۔ امامؑ اس گفتگو میں عبد اللہ بن جعفر سے فرماتے ہیں: میں نے خواب میں اپنے جد رسول خداؐ کو دیکھا ہے اور یہ سفر کرنے پر مجبور ہوں"[1]۔

اب اہلسنت مآخذ کی سہل انگاری اور چشم پوشی کا اندازہ لگانے کے بعد ذکر شدہ موارد کے علاوہ مستقل طور پر شیعی مآخذ سے اس کا تقابلی موازنہ کریں گے تاکہ امام حسینؑ کے قیام اور تحریک کے اسباب و محرکات کو روشن کر سکیں۔

امام حسینؑ کے قیام کے اسباب و علل کی خود آپ کی زبانی شیعہ مآخذ میں وضاحت۔

شیعہ یا شیعہ سے منسوب مآخذ میں نیز غیر جانبدار مؤرخ نے بھی اپنی جا بجا نقل میں امام حسینؑ کی زبانی اس حرکت اور قیام کا مقصد اور محرک کی بخوبی منظر کشی کی ہے۔ امامؑ نے بہت سارے موارد بالخصوص جب نصیحت کرنے والے اور خیر اندیش افراد آپ کو کوفہ اور عراق جانے سے منع کر رہے تھے اور اس کے انجام سے ڈرا رہے تھے تو آپؑ نے اپنے قیام کے مقصد اور محرک محکم اور واضح انداز میں بیان فرمایا اور اب تک ذکر شدہ موارد کے علاوہ ہم اس کے چند دیگر نمونے کی طرف اشارہ بھی کریں گے:

۱۔ "خوارزمی زمخشری"، چوتھی صدی ہجری کے ایک شیعہ مورخ اپنی مقتل الحسین نامی کتاب میں اور "ابن اعثم کوفی" نے "عبد اللہ بن عمر" کے مکہ میں امامؑ سے ملاقات کی مکمل خبر اور ان لوگوں کی امامؑ سے گفتگو اور ان کی درخواست پر امام کا اٹل جواب بیان کرتے ہیں۔ یہ دونوں حضرات لکھتے ہیں: عبد اللہ بن عمر نے امام حسینؑ سے ملاقات کی اور آپ کو یزید کے ساتھ صلح و مصالحت اور اس کی بیعت کرنے کی تجویز دی اور مخالفت کے خطرناک انجام اور جنگ کے اقدام کا ذکر کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ چونکہ لوگوں نے اس شخص کی بیعت کر لی ہے اور درہم و دینار بھی اس کے ہاتھ میں ہیں لہٰذا چار و ناچار اس کی طرف جائیں گے اور اس خاندان کا آپ سے دشمنی کا جو سابقہ ہے، مجھے ڈر ہے کہ اس کی مخالفت کرنے سے کہیں آپ قتل نہ کر دئے جائیں۔ اور مسلمانوں کا گروہ بھی اس راہ کی قربانی نہ بن جائے؛ کیوں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: حسینؑ شہید کئے جائیں گے اگر لوگ ان کی نصرت اور حمایت نہیں کریں گے تو ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوں گے۔ میرا آپ کو مشورہ یہ ہے کہ آپ بھی تمام لوگوں کی طرح بیعت اور صلح کی راہ اختیار کریں اور مسلمانوں کا خون بہائے جانے سے ڈریں"[2]۔

یہ دونوں مآخذ امام حسینؑ کے جواب کو نقل اور ثبت کرتے ہیں جو اہلسنت کے مآخذ میں دکھائی نہیں دیتا۔ خوارزمی لکھتے ہیں: امام حسینؑ نے اس کا جواب دیا: "اے ابو عبد الرحمٰن! کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا اس حد تک حقیر اور ذلیل ہے کہ یحییٰ بن زکریا کا کٹا ہوا سر ہدیہ اور تحفہ کے عنوان سے بنی اسرائیل کے ایک ناپاک اور زناکار و بدکار فرد کو بھیجا جاتا ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ بنی

---

[1]۔ سابق حوالہ اسی جگہ۔

[2]۔ سابق حوالہ اسی جگہ۔

اسرائیل روزانہ ہر صبح کو ۷۰/ پیغمبروں کو قتل کرتے تھے اور اس کے بعد عام طریقہ سے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے گویا کہ انہوں نے کوئی جرم کیا ہی نہیں ہے اور خداوند عالم نے بھی آخر کار انہیں اس کے سیاہ کرتوت کی سزا دی"۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: اے ابو عبد الرحمٰن! خدا سے ڈرو اور میری نصرت سے فرار نہ کرو"[1]۔

ابن اعثم لکھتا ہے: "عبد اللہ بن عمر نے امامؑ سے چاہا کہ معاویہ کی طرح یزید کی بھی بیعت کر کے صبر اختیار کریں لیکن امام حسینؑ نے اس کا جواب دیا: "اے ابو عبد الرحمٰن! کیا میں یزید کی بیعت اور اس کے ساتھ صلح کروں؟ جبکہ رسول خدا نے اپنی حیات طیبہ میں فرمایا ہے: "مجھے یزید سے کیا سروکار ہے؟ خداوند عالم یزید کے کام کو مبارک نہ کرے وہ میرے اور میری بیٹی کے فرزند، حسینؑ کو شہید کرے گا، اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرا فرزند اس قوم کے درمیان قتل نہیں کیا جائے گا مگر یہ کہ وہ اس کے قتل سے مانع نہیں ہوں گے خدا ان کے دلوں اور زبانوں کے درمیان اختلاف ڈالے"۔ ابن اعثم راوی کہتا ہے اس وقت عبد اللہ بن عباس کہ وہاں پر موجود تھے، نے گریہ کیا اور حسین نے بھی ان کے ساتھ گریہ کیا"[2]۔

یہ جواب دندان شکن اور منہ توڑ تھا کہ امام حسینؑ نے عبد اللہ بن عمر جیسے مصلحت اندیش کو دیا کہ جس نے یزید کی بیعت کی تھی اور آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ کے جد دنیا کے چکر میں نہیں تھے اور آپ بھی دنیا کی فکر میں نہ جائیں اور اپنی جان خطرہ میں نہ ڈالیں۔ امامؑ اس گفتگو میں اجازت نہیں دیتے کہ دوسرے لوگ آپ کے اس قیام کے مقصد اور محرک کو دنیاوی اور مادی سمجھیں یا آپ کو ایک دنیا طلب اور جاہ پسند فرد کے عنوان سے تعارف کرائیں۔

۲۔ امام حسینؑ نے محمد بن حنفیہؒ کے جواب میں کہ آپ کو جان کی حفاظت کے لئے نصیحت کر رہے تھے، فرمایا:

‘‘یا اخی لو لم یکن فی الدنیا ملجاء و لا ماوی کما بایعت یزید بن معاویہ...’’[3]۔

اے میرے بھائی! اگر دنیا میں کائی ملجا اور پناہ گاہ نہ بھی ہو پھر بھی میں یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا۔ برادر خدا تمہیں جزائے خیر دے کہ تم نے اپنی خیر خواہی اور صواب دید کا فریضہ انجام دیا، لیکن میں نے مکہ کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور میرے بھائی، بھتیجے اور کچھ میرے شیعہ اس سفر کے لئے آمادہ بھی ہیں، کیوں کہ یہ مختصر گروہ ہمارے ہم خیال اور ہم مقصد ہیں نیز ان کی مرضی اور ان کا مقصد وہی ہے جو میرا ہے، لیکن میں تمہیں ایک ذمہ داری دے رہا ہوں کہ تم مدینہ میں ہی رہو اور میری عدم موجودگی میں حالات پر نظر رکھنا اور ضروری معلوم مجھے دیتے رہنا۔ اس وقت "یزید بن مفرغ" کے چند اشعار پڑھے: "میں صبح کے ہنگام چرواہوں یا شب خون مارنے کے موقع سے خوف نہیں کھاتا اور مجھے یزید بن مفرغ نہ سمجھیں کہ اس

---

[1] ۔ خوارزمی، موفق الدین احمد بن محمد، مقتل الحسین ۱/۱۹۲۔

[2] ۔ ابن اعثم، وہی کتاب، ۲۸/۵۔ ۲۷۔

[3] ۔ خوارزمی، وہی کتاب، ۱۸۸/۱؛ بحرانی، عبد اللہ بن نور الدین، مقتل العوالم، ص ۱۵۴؛ ابن اعثم، وہی کتاب ۵/ ۲۳۔

وقت موت کے خوف سے ذلت کے لئے ہاتھ بڑھادوں اور خود کو ان خطروں سے الگ کرلوں جن سے میرا نشانہ لیا ہے"[1]۔

۳۔آپ کے سوتیلے بھائی "عمر اطرف" نے بھی نصیحتیں کیں اور کہا: "برادر، حسن مجتبیٰؑ نے میرے والد سے اس طرح نقل کیا ہے کہ آپ کو قتل کرڈالیں گے اور میرا خیال ہے کہ آپ کا یزید بن معاویہ کی مخالفت کرنا آپ کی شہادت پر تمام ہوگا اور وہ خبر محقق ہو، لیکن اگر آپ یزید کی بیعت کرلیں تو یہ خطرہ ٹل جائے گا اور آپ کی جان بچ جائے گی تو امام نے ان کا جواب دیا:

''حدثنی ابی ان رسول الله اخبره بقتله و قتلی و ان تربته تکون بالقرب من تربتی اتظن انک علمت ما لم اعلمه والله لاعطی الدینة من نفسی ابدا! و لتلقین فاطمة اباها ما بقیت ذریتها من امیة و لا تدخل الجنة احداً اذاها فی ذریتها''[2]۔

میرے والد نے حضرت رسول خداؐ سے اپنے اور میرے قتل (شہید) ہونے کی خبر مجھ سے بھی نقل کی اور یہ کہ میری قبر بھی ان کی قبر کے پاس ہی ہوگی۔ کیا تم گمان کررہے ہو کہ جو چیز تم جانتے ہو میں اس سے بے خبر ہوں، لیکن خدا کی قسم میں کبھی ذلت قبول نہیں کروں گا اور قیامت کے دن میری ماں فاطمہؑ اپنے باپ کی امت سے پہونچنے والی اپنے فرزندوں کو اذیت وآزار کی شکایت کریں گی اور جو شخص حضرت زہراؑ کے فرزندوں کو اذیت پہونچا کر آپ کی اذیت اور رنج والم کا سبب ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۴۔امامؑ نے مدینہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوتے وقت ایک وصیت نامہ لکھا اور اس پر مہر لگا کر "محمد حنفیہؒ" کو دیا۔آپ نے اس وصیت نامہ میں توحید، نبوت پیغمبرؐ اور تمام اسلامی عقائد حقہ کا اقرار اور گواہی کے ضمن میں لکھا:

''أَنّي لَمْ أَخْرُجْ أَشِراً وَلَا بَطِراً وَلَا مُفْسِداً وَلَا ظَالِماً، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْإِصْلَاحِ فِي أُمَّةِ جَدِّي صلى الله عليه وآله، أُرِيدُ أَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهى عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَسِيرَ بِسِيرَةِ جَدِّي وَأَبِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلام، فَمَنْ قَبِلَنِي بِقَبُولِ الْحَقِّ فَاللَّهُ أَوْلَى بِالْحَقِّ، وَمَنْ رَدَّ عَلَيَّ هَذَا أَصْبِرُ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ، وَهُوَ خَيْرُ الْحاكِمِينَ و هذه وصیتی الیک یا اخی...''[3]۔

میں نہ خود خواہی اور نہ ہی عیش و عشرت اور فساد و ستمگری کے لئے مدینہ سے نکلا ہوں، بلکہ اس سفر سے میرا مقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور امت کے مفاسد کی اصلاح اور اپنے جد رسول خداؐ اور باپ علی مرتضیٰ کی سنت و سیرت کا احیاء ہے، پس جو شخص بھی میری اس حقیقت کو قبول کرے اور پیروی کرے اس نے خدا کو قبول کیا اور جو شخص انکار کردے تو میں صبر واستقامت سے (اپنی راہ کو) طے کروں گا تاکہ خدا میرے اور ان افراد کے درمیان فیصلہ کرے کہ وہ بہترین حاکم اور فیصلہ کرنے

---

[1] شیخ مفید، وہی کتاب، ص ۲۰۲۔

[2] ابن طاووس، اللهوف علی القتلی الطفوف، ص ۲۳۔

[3] خوارزمی، اسی جگہ، بحرانی، وہی کتاب، ص ۵۴، ابن اعثم، وہی کتاب، ۵/ ۲۳۔

والا ہے۔۔۔۔

امام اس وصیت نامہ میں کہ طبری اور تمام اہلسنت مورخین نے اس سے غفلت کی ہے اور عمداً یا سہواً اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ واضح طور پر اپنے قیام کا مقصد جو دو بنیادی اصل پر استوار ہے۔ یعنی:

ا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔

۲۔ رسول خداؐ اور امام علیؑ کی سنت اور سیرت کا احیاء بیان کرتے ہیں۔

در حقیقت کہنا چاہئے کہ آپ نے صرف یزید کی حکومت قبول نہ کرنے اور اس کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مدینہ کو ترک نہیں کیا ہے، بلکہ پیغمبرؐ کی سنت کا احیاء کہ اس وقت وہ نابود ہو رہی تھی اور طلقاء کی سنت کا اجراء ہو رہا تھا۔ نیز امت مسلمہ کی اصلاح اور موجودہ انحرافات کی درستگی اور اصلاح تھی۔

در حقیقت سرکار سید الشہداءؑ نے امر بالمعروف اور نہی از منکر کے تحقق کے لئے قیام کیا اور مدینہ کو چھوڑا ہے۔ ممکن ہے اگر امام سے بیعت لینے کا یزید کا حکم بھی نہ ہوتا تو بھی حضرت ان دونوں اصل کے تحقق کے لئے یقینی طور پر قیام کرت اور معاشرہ کی ہدایت اور امامت جیسے اپنے فرائض کو انجام دیتے۔ یہ جو اکثر مورخین امام عالی مقام سے مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کا یزید کے حکم سے بیعت لینا ذکر کرتے ہیں۔[1] یہ مسئلہ اکثر لوگوں کے لئے اسی طرح سے نمایاں ہوتا ہے کہ حسینؑ نے یزید کی بیعت جو آپ کے لئے شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے نا قابل قبول تھی، نہ کرنے کی وجہ سے مدینہ کو ترک کیا ہے؛ کیوں کہ اگر مدینہ میں رہ جاتے تو مجبوراً آپ کو بیعت کرنا پڑتا یا پھر قتل کر دئے جاتے اور مکہ میں بھی یہی حالات پیش آئے۔ کیوں کہ یزید کے کچھ نوکروں نے آپ کو قتل کرنے کے لئے اس شہر کا قصد کیا تھا۔ لہٰذا وہاں سے بھی "خائفاً یترقب" نکل گئے۔ یہ ساری اخبار اگر اہلسنت مورخین کے مآخذ میں کہ اگر تحریک اور قیام کا مقصد کہ بارہا و بارہا آپ کے خطبوں۔ مختلف افراد کے نام خطوط اور وصیت ناموں میں ذکر ہوا ہے اور اس کی تاکید اور تصریح ہوئی ہے، کے ہمراہ نہ ہو تو واضح ہے کہ آپ کی تحریک موت سے فرار شہادت کے ساتھ کوئی معنی اور مفہوم نہیں رکھتی۔ جبکہ جگہ جگہ پر امام کے خطبوں میں جہاد اور شہادت کے لئے آمادگی کا مسئلہ، جانثاری، قربانی اور شہادت کے بارے میں خبر پیش کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں جو بات قابل غور ہے یہ ہے کہ امام کی تحریک ایک مہاجمانہ تحریک تھی نہ ایک دفاعی اور کہا جا سکتا ہے کہ آپ سے یزید کے لئے بیعت لینے کے مسئلے نے آپ کی تحریک اور قیام کو سرعت بخشی نہ کہ آپ کی تحریک اور انقلاب کا اصلی سبب اور محرک وہ تھا۔ اس قیام اک محرک حدیث نبوی تھا کہ آہ نے کوفہ والوں کو

---

[1] یعقوبی، ابن واضح، تاریخ الیعقوبی ۲/ ۲۱۵، ابن اعثم، وہی کتاب ۵/ ۱۰۔

خطاب کر کے ایک خط میں لکھا ہے اور اپنے نمائندہ قیس بن مسہر صیداوی کے حوالہ کیا:

''مَنْ رَأی سُلْطاناً جائِراً مُسْتَحِلاًّ لِحُرُمِ اللهِ، ناکِثاً لِعَهْدِ اللهِ، مُخالِفاً لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ، يَعْمَلُ فِی عِبادِهِ بِالاِثْمِ وَ الْعُدْوانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيْهِ بِفِعْل، وَ لاَ قَوْل، کانَ حَقّاً عَلَی اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مَدْخَلَهُ''[1]۔

۵۔جب آپؑ سے مدینہ کے حاکم "ولید بن عتبہ" کے دار الامارہ میں یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں:

"أيها الأمير! إنا أهل بيت النبوة، ومعدن الرسالة ، ومختلف الملائكة، و مهبط الرحمة، وبنا فتح الله، وبنا ختم الله ، ويزيد رجل فاسق شارب الخمر ، قاتل النفس المحرمة ، معلن بالفسق ، ومثلي لا يبايع مثله، ولكن نصبح وتصبحون ، ونظر وتنظرون، أينا أحق بالبيعة والخلافة"۔[2]

اے امیر! ہم اہل بیت نبوت، معدن رسالت، ہمارا خاندان فرشتوں کے نازل ہونے کا مرکز اور رحمت خدا کے نزول کی منزل، ذات اقدس حق نے اسلام کا ہم سے آغاز کیا ہے اور ہم ہی پر ختم کرے گا، لیکن یزید ایک شرابی ہے جس نے صالحین کو قتل کیا اور اپنے فسق و فجور کو عام کرتا ہے، میرے جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرے گا۔ ہم اور تم دونوں ہی آئندہ پر نظر رکھیں تو دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون رہبری اور قیادت کا زیادہ سزاوار اور لائق ہے۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے خطبہ میں یزید کی بیعت نہ کرنے کی وجہ بیان کرنے کے علاوہ اس مسئلہ کی جانب جس کی طرف آپ کے والد اور بھائی نے ہمیشہ تاکید کی ہے یعنی حقانیت اور رسول خداؐ کی نص اور تصریح کی روشنی میں معاشرہ کی رہبری اور پیشوائی کے استحقاق کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں: "اس بات کے مد نظر کہ ان تقریروں کی جگہ مدینہ ہے اور ابھی کوفیوں کے خطوط کی کوئی خبر نہیں ہے۔ پس امامؑ نے دقیق طور پر ایک جہد اور قیام کا آغاز کیا ہے جس کا مقدمہ ہجرت ہے"۔

۶۔امام حسینؑ حاکم مدینہ سے ملاقات کے دوسرے دن مروان بن حکم سے ملاقات کرتے ہیں۔ وہ آپ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرتا ہے؛ لیکن آپ فرماتے ہیں:

"انا لله و اناالیه راجعون و علی الاسلام السلام، اذ قد بلیت الامه براع مثل یزید و لقد سمعت جدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: الخلافة محرمة علی آل سفیان ،فاذا رایتم معاویة علی منبری فابقروا بطنه ، و قدرآه اهل المدینة علی المنبر فلمیبقروا فابتلا هم الله بیزید الفاسق"؛[3]

ہم خدا کی طرف سے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اب اسلام پر فاتحہ پڑھ دینا چاہئے کہ مسلمان یزید جیسے کی فرمانروائی میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنے جد رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے: خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے اور اگر معاویہ کو میرے مبر پر دیکھنا تو اس کا پیٹ پھاڑ دینا۔ لیکن مدینہ والوں نے اس کو آپ کے منبر پر دیکھا اور اسے قتل

---

[1]۔ خوارزمی، وہی کتاب ۱/ ۲۳۴۔

[2]۔ شیخ مفید، وہی کتاب، ص ۲۰۰، ابن طاووس، وہی کتاب، ص ۱۹، خوارزمی، وہی کتاب ۱/ ۱۸۴۔

[3]۔ ابن طاووس، وہی کتاب، ص ۵۳۔

نہیں کیا پھر خدا نے یزید فاسق سے مبتلا کر دیا۔

۷۔ آپؑ نے بصرہ والوں کو خطاب کر کے ایک خط میں اپنے قیام کا مقصد کتاب خدا اور سنت رسول کے مٹادئے گئے احکام کا اجراء بتاتے ہیں:

"وَ أَنَا أَدْعُوكُمْ إِلى كِتابِ اللّهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ(صلى الله عليه وآله)، فَاِنَّ السُنَّةَ قَدْ أُميتَتْ، وَ إِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ أُحْيِيَتْ، وَ اِنْ تَسْمَعُوا قَوْلى وَ تُطيعُوا أَمْرى اَهْدِكُمْ سَبيلَ الرَّشادِ"[1]۔

۸۔ امامؑ نے بارہا اپنے خطوط اور خطبوں میں اپنی شہادت اور اس بات کی کہ آپ کا اور آپ کے خاندان کا خاتمہ شہادت اور قید پر ہوگا، کے بارے میں گفتگو کی ہے اور یہ ان لوگوں کی ناکام کوششوں کو جو حضرت کے قیام کو دنیا طلبی اور جاہ و حشم میں منحصر کرتے ہیں کو نقش برآب کر دیتا ہے کہ ہم یہاں پر صرف ایک نمونہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ مکہ سے عراق کی جانب خروج کرتے وقت بنی ہاشم اور اپنے شیعوں کے درمیان ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں اس طرح سے اپنی شہادت کی خبر دی۔

"الحمد لله و ما شاء الله... و ما اولهنى الى اسلافى اشتياق يعقوب الى يوسف..."[2]۔

(... موت انسانوں پر لازم ہو گئی ہے بالکل گردن بند (نکلس) کے نشان کے مانند جو لڑکیوں کی گردن کا لازمہ ہے اور میں اپنے اسلاف اور صالحین کے دیدار کا اسی طرح بے صبری اور اشتیاق سے انتظار کر رہا ہوں جس طرح یعقوب یوسف کے دیدار کے منتظر تھے اور میری قتل گاہ معین ہو چکی ہے کہ وہاں پر میں نزل کروں گا اور گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ "نواویس اور کربلا" کے درمیان ایک سرزمین پر جنگل کے درندے میرے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور اس سے اپنے بھوکے پیٹ کو بھر رہے ہیں اور اپنے خالی خزانوں کو بھر رہے ہیں۔ جو حوادث قضائے الٰہی میں ثبت ہو چکے ہیں، ان سے گریز نہیں ہے۔ جو خدا کی مرضی ہے وہی ہم بھی چاہتے ہیں، اس کی بلا و مصیبت کے سامنے صبر و پائداری کا مظاہرہ کریں گے کہ وہ صبر کرنے والوں کا اجر ہمیں عنایت کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے جو حاضر ہے وہ ہماری راہ میں اپنی جان اور خون کی پرواہ نہ کرے اور اپنی جان راہ خدا اور لقائے الٰہی میں قربانی کرے وہ ہمارے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائے اور میں کل صبح روانہ ہو جاؤنگا)۔

شایان ذکر ہے کہ اس سلسلہ میں یہ روایت اور دیگر روایات ان نمونوں کی طرح جو پہلے ذکر ہو چکے ہیں، اہلسنت کے مآخذ

---

[1]۔ الطبری، وہی کتاب ۷/۲۴۰۔

[2]۔ ابن طاووس، وہی کتاب، ص ۵۳۔

میں ان کی کوئی خبر نہیں ہے۔

ب۔یزید کی بیعت کے لئے امام سے درخواست کے مسئلہ کی نقد و بررسی:

اہلسنت مورخین کے مآخذ میں قیام حسینی سے متعلق قابل توجہ اور غور ایک نکتہ جو دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کربلا میں نرغہ اعداء میں گھر گئے تو ملاقات کی درخواست یا یزید کی بیعت کا مسئلہ ہے جو عبید اللہ بن زیاد کو خطاب کر کے عمر بن سعد کے خط میں ذکر ہوا ہے۔ اس خبر کو ابتداء میں اکثر اہل سنت مآخذ منجملہ "طبری"[1]، "ابن عساکر"[2]، "ذہبی"[3]، "ابن عبدربہ"[4]، "سیوطی"[5]، "نویری"[6]، اور "ابن کثیر"[7] نے ثبت کیا ہے اس کے بعد بعض شیعہ مآخذ[8] میں بھی آ گیا ہے، مذکورہ موضوع ان مآخذ میں کچھ عبارت کے اختلافات کے ساتھ اس طرح ذکر ہوا ہے کہ امامؑ نے جنگ شروع ہونے سے دو شب قبل کچھ گھنٹوں کی عمر بن سعد سے خصوصی ملاقات کی اور آپس میں دونوں طرف سے گفت و شنید ہوئی اور اس کے بعد آنے والی صبح کو عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو ایک خط لکھا اور اس میں امام حسینؑ کی طرف سے ان حالات کو ختم کرنے کے لئے تین شرط کو عنوان کرتا ہے:

ا۔اجازت دی جائے کہ حسینؑ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس لوٹ جائیں۔

۲۔کسی ایک بارڈر پر چلے جائیں اور وہاں جا کر امور کا نظارہ کریں۔

۳۔اجازت دی جائے کہ یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دیں تاکہ وہ جو چاہے حکم کرے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یزید کی بیعت کر لیں[9]۔

ایک دوسری روایت میں دوسری شرط اس طرح ذکر ہوئی ہے کہ مجھے ترک کی سرزمینوں میں سے کسی ایک سرزمین پر

---

[1]۔الطبری، وہی کتاب، ۵/۴۱۴ اور ۳/۳۱۲۔

[2]۔ابن عساکر، وہی کتاب، ص ۲۱۹۔

[3]۔الذہبی، وہی کتاب ۴/۱۳۔۱۲۔

[4]۔ابن عبدربہ، وہی کتاب ۴/۷۳۴۔

[5]۔سیوطی، جلال الدین، تاریخ الخلفا، ص ۲۲۶۔

[6]۔نویری، شہاب الدین احمد، نھایۃ الارب فی فنون الادب، ترجمہ محمود مہدوی دامغانی ۷/۱۷۲۔

[7]۔ابن کثیر، ابو الفداء، البدایۃ والنھایۃ ۸/۷۱۴۔

[8]۔شیخ مفید، وہی کتاب ۸۹/۲۔

[9]۔ملاحظہ کریں حاشیہ ۲۳ سے ۲۹ تک۔

جانے کی اجازت دیدے اور میں وہاں جاکر ان سے جنگ کروں اور مر جاؤں[1]۔

طبری کہتا ہے: ابن زیاد نے عمر بن سعد اور شمر کو آپ کی طرف روانہ کیا تھا اور حسینؑ نے ان کو خدا اور اسلام کی قسم دی کہ مجھے امیر المومنینؑ یزید کے پاس لے چلو تاکہ اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے[2]۔ ایک دوسری روایت میں بھی "زہیر قین" کے بقول اس طرح کی بات عنوان ہوئی ہے کہ اس نے کوفیوں سے خطاب کر کے کہا کہ حسینؑ کی نصرت نہیں کروگے اور اسے ان کے ابن عم یزید کے حوالہ کروگے شاید یزید حسینؑ کو قتل کئے بغیر ہی تم سے راضی ہو جائے[3]۔

تیسری شرط ملاقات یا یزید کی بیعت بے شمار دلیلوں سے مخدوش ہے اور در حقیقت آغاز سے انجام تک قیام حسینی کی سیر سے متضاد اور مخالف ہے اور کسی صورت اس سے مطابقت نہیں کرتی اور سازگار نہیں ہے۔

مآخذ میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جو اس مسئلہ کی تکذیب کرتی ہیں کہ ہم یہاں پر سب سے پہلے ان میں سے ایک کا ذکر کریں گے اس کے بعد مسئلہ کو عقلی استدلال نیز روائی دلیلوں سے بھی مورد نقد و بررسی قرار دیں گے۔

مآخذ میں ایک روایت "عقبہ بن سمعان" نامی شخص سے موجود ہے کہ وہ کہتا ہے: "میں امام کی تحریک کے آغاز سے ہی آپ کے ساتھ ساتھ تھا اور میں نے کوئی بات اور کلام میں نے آپ سے نہیں سنا۔ خدا کی قسم آپ نے اپنے خطبوں میں لوگوں سے کبھی اس قسم کی بات نہیں کی ہے کہ (یزید کی بیعت اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینا) اور آپ نے کبھی ایسی چیز نہیں چاہی ہے"[4]۔

یہ روایت دسیوں دیگر روایات کے ساتھ کہ ساری کی ساری متفقہ طور پر امام حسینؑ کے قیام کا مقصد یزید کی بیعت قبول نہ کرنا ذکر کرتی ہیں وہ مذکورہ بالا افتراء کو مورد سوال اور تنقید کا نشانہ بناسکتی ہیں کہ ہم نے اب تک اس کے مختلف نمونوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہاں پر بھی استناد اور عقلی لحاظ سے مورد بررسی اور نقد قرار دیں گے۔

۱۔ شرائط اور مذکورہ درخواستیں مختلف صورتوں میں ضبط ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے کافی اختلاف رکھتی ہیں اور کبھی ان کی تعداد مختلف بھی ذکر ہوئی ہے۔

۲۔ اس روایت کی اسناد حسینؑ (یعنی اس شخص کی طرف اسناد جس نے اس طرح کی شرطوں کی درخواست کی ہے) تک نہیں پہونچتی ہے۔ لہٰذا ابتداء میں یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

۳۔ مذکورہ خبر یا روایت متفقہ طور پر اہل سنت کے مآخذ میں دکھائی دی اور شیع مورخین نے تیسری شرط کو تواتر کے ساتھ

---

[1]۔ ابن عبد ربہ، وہی کتاب ۴/ ۳۷۴۔

[2]۔ الطبری، وہی کتاب ۳/ ۳۱۲۔

[3]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۸/ ۱۸۰۔

[4]۔ الطبری، وہی کتاب ۶/ ۲۳۵ اور ۳/ ۳۱۳؛ نویری، وہی کتاب ۷/ ۱۷۴۔

ثبت نہیں کیا ہے۔

۴۔ سارے مآخذ نے (یہی) نقل کیا ہے کہ عمر بن سعد اور حضرت امام حسینؑ کے درمیان رات کی ملاقات خفیہ اور راز دارانہ تمام ہوئی اور ان دو افراد کے سوا کوئی اور موجود نہیں تھا۔ پھر یہ دعوی کیسے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے عمر بن سعد سے اس طرح کی درخواست کی ہو؟ کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ممکن ہے عمر بن سعد نے اس طرح کی بات خود ہی اپنی طرف سے ابن زیاد کو لکھ دی ہو اور آنحضرت پر فاش افتراء پردازی کر دی۔

۵۔ چنانچہ ذکر شدہ مآخذ میں عمر سعد کی کربلا کی جانب روانگی اور امام سے مقابلہ عبید اللہ کے حکم سے اور حسینؑ سے یزید کی بیعت لینے کے لئے تھی؛ کیوں کہ عبید اللہ بن زیاد براہ راست عمر سعد کو خط لکھتا ہے کہ حسینؑ کو پیشکش کرو کہ خود اور آپ کے تمام اصحاب وانصار امیر المومنین یزید کی بیعت کر لیں اور جب ایسا کر لیں تو پھر ہم کچھ سوچیں گے[1]۔

اب اگر حسینؑ نے اس طرح کی پیشکش کی ہوتی تو جنگ وجدال نہ ہوتی۔

۶۔ اگر اس قسم کی روایات صحیح ہوں تو پھر مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کے دار الامارہ میں امامؑ کے بیعت نہ کرنے کے مسئلہ کی کس طرح توجیہ کی جا سکتی ہے؟ اور امام حسینؑ ابتدا ہی میں کیوں اس پر راضی نہ ہو گئے؟

۷۔ اگر حضرت امام حسینؑ یزید کی بیعت یا اس کی ملاقات سے راضی تھے تو پھر یہ قیام کرنا کس محرک اور مقصد سے تھا؟ کیا کچھ لوگ اس طرح سے تصور نہیں کریں گے کہ جب فوجی مڈ بھیڑ اور جان کی بازی لگانے کا مسئلہ نہیں تھا۔ یعنی حسینؑ نے مدینہ کے حاکم کے دار الامارہ میں بیعت سے انکار کیا اور جب عراقی لشکر نے آپ کا محاصرہ کر لیا تو اور یقینی طور پر آپ اور آپ کے خاندان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو آپ اپنے موقف سے پھر گئے اور جان کے خوف سے یزید کی بیعت اور اس سے ملاقات کرنے کو تیار ہو گئے؟ یہ بات امام کی شہادت طلبی اور آپ کے بیانات اور قیام کے انجام سے باخبر ہونے یعنی شہادت اور خاندان کی اسیری س واقف ہونے کے بعد کس طرح سازگار ہے؟

۸۔ اموی اور عباسی حکومتوں سے وابستہ مورخین اور راوی حضرات عبید اللہ کے سامنے یزید سے زیادہ محبوب چہرہ دکھانا نہیں چاہتے اس معنی میں کہ حسینؑ اپنے اس مصلح اور مہربان چہرہ کے ساتھ یعنی یزید عبید اللہ سے زیادہ حسن ظن رکھتا تھا اور اس سے چھوٹ اور عفو ودرگزر کی امید رکھتے تھے؟

۹۔ کیا یہ حسینؑ نہیں تھے کہ جب معاویہ اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا تو آپ نے ایک خط لکھا جس میں آپ نے اس کے جرائم اور سیاہ کرتوت کی مذمت کی تھی پیغمبرؐ کے اصحاب اور علیؑ کے شیعوں کا قتل منجملہ حضرت علیؑ کے صحابی حجر بن عدی اور عمر بن حمق کے قتل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یا تمہارا اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینا کہ ایک شرابی اور کتے سے

---

[1] الطبری، وہی کتاب ۳/۳۱۱؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۲/۸۸۔

کھیلنے والالڑکا ہے، کی وجہ سے تم نے اپنا نقصان کیا ہے اور تم نے اپنا دین شرک کر دیا اور اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے "[1]۔

۱۰۔ ہم امامؑ کی اس بات کو محمد حنفیہؒ کے سلسلہ میں پہلے ذکر کر چکے ہیں؛"و الله لو لم یکن ملجا کما بایعت یزید"۔

اسی طرح آپ کا زرارہ بن صالح سے کہنا: "انی اعلم علماً یقیناً ان هناک مصرعی و مصارع اصحابی و لا ینجو منهم الا ولدی علی"۔اسی طرح آپ کا جعفر بن سلیمان ضیعی سے کہنا: "انهم لا یدعونی حتی یستخرجوا هذه العلقة من جوفی"۔اور وہ تمام بیانات جن کے بارے میں پہلے ہم عرض کر چکے ہیں، سے کس طرح ان اخبار اور روایات سے سازگار ہو سکتی ہیں؟

۱۱۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں امامؑ کا یزید کی حکومت اور اس کی بیعت کو قبول نہ کرنے کی وجہ اس خلیفہ کا اخلاقی فساد، آوارہ گی، شرابخواری اور تمام اخلاقی پستیوں کا حامل ہونا تھا اور امام حسینؑ ایام جوانی میں یزید کے ان خیالات اور جذبات سے باخبر تھے۔

ابوالفرج اصفہانی حسینؑ اور یزید کے ایام جوانی کی ملاقات کو ذکر کرتے ہیں کہ یزید حج کے موسم میں اپنے باپ کے ہمراہ مکہ آیا اور شراب کے نشہ میں دھت تھا۔ اس اثناء عباس اور حسینؑ کا یزید کے سامنے سے گزر ہوا تو یزید نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ حسینؑ کو شراب پیش کرے اور اس کو پینے پر اصرار کیا۔ جب امام حسینؑ نے غصہ سے انکار کر دیا اور وہاں سے آگے بڑھ گئے تو یزید نشہ میں چور اس طرح پڑھتا ہے: اے میرے دوست! کتنی عجیب بات ہے کہ میں تم کو گانے والی عورتوں، خوشیوں، لذتوں، شراب، موسیقی اور شراب نوشی کی دعوت دے رہا ہوں اور ان کے درمیان گانے اور ناچنے والی لڑکیاں وغیرہ ہیں اور تم قبول نہیں کر رہے ہو۔[2]

جبکہ اکثر شیعہ اور سنی مورخین نے یزید کی شراب خوری، فساد اور عیاشی اور آوارہ گی کی روایت کی ہے اور امام حسینؑ نے بھی بارہا اس کی طرف اشارہ کیا ہے[3]۔ حسینؑ کی یہ درخواست اس موقع پر کیا معنی رکھ سکتی ہے اور کس طرح قابل توجیہ ہے۔

۱۲۔ امام حسینؑ نے عاشور کے دن اپنی شہادت سے پہلے اپنے آخری کلام میں فرمایا:

"ألا وإن الدعي بن الدعي قد ركز بين اثنتين بين السلة والذلة وهيهات منا الذلة يأبى الله لنا ذلك ، ورسوله والمؤمنون ، وحجور طابت وطهرت ، وأنوف حمية ، ونفوس أبية من أن نؤثر

---

[1]۔ کشی، عمر بن محمد، معرفه الاخبار الرجال، ص ۳۲۔

[2]۔ ابوالفرج اصفہانی، الاغانی ۱۵/ ۲۳۳۔

[3]۔ ملاحظہ کریں: بلاذری ۱/ ۴؛ شیخ مفید، ص ۲۰۰؛ ابن طاووس، ص ۱۹؛ ابن تعزی بردی، النجوم الزاہرۃ فی الاخبار ملوک المصر والقاہرۃ ۱/ ۱۶۳؛ مسعودی علی بن الحسین، مروج الذہب ۳/ ۷۲؛ کشی، ص ۵۰۔

طاعة اللئام ، على مصارع الكرام"[1]۔

۱۳۔جب امام حسینؑ کوفیوں سے خطاب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: "کیا تم لوگوں نے مجھے خط نہیں لکھا ہے؟ اگر پشیمان ہو گئے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں"۔ اس وقت قیس بن اشعث نے کہا: آپ اپنے ابن عم (یزید بن معاویہ) کا حکم نہیں مانتے؟" حسینؑ نے فرمایا:

"لا و الله لا اعطیهم بیدی اعطاء الذلیل و لا افر فرار العبید۔[2]

یہ قرینے اور سینکڑوں دیگر دلیلیں ذکر کردہ روایات کی عدم صحت کا بخوبی اندازہ لگا سکتی ہیں یعنی حسینؑ کی یزید سے ملاقات اور اس کی بیعت کرنے پر موقوف شرط کو روشن کر دیتی ہیں۔ پس ہم یہاں پر اگر یہ نہ کہیں کہ اس کو صرف اموی حکومت سے وابستہ لوگوں نے امام حسینؑ کے قیام کو معمولی جلوہ دینے کے لئے جعل کر لیا ہے۔ ہم اس کے لئے صرف ایک معقول دلیل پیش کر سکتے ہیں اور یہ کہ ممکن ہے ابن سعد نے جنگ کو ختم کرنے کے لئے یہ شرط اور مطلب خود سے گڑھ کر عبید اللہ کو لکھ دیا ہو۔

ج۔ عمر سعد کے مکروہ اور مصلح چہرہ کی منظر کشی:

ایک دوسرا نکتہ جو اہلسنت مورخین نے واقعہ کربلا کے بارے میں نقل کیا ہے قابل نقد و بررسی ہے وہ عمر سعد کے مردود اور مصلح چہرہ کی منظر کشی ہے کہ کبھی کبھی شیعی مآخذ بھی اس کے تحت تاثیر واقع ہو گئے ہیں۔

واقعہ کربلا سے متعلق تمام روایات میں عمر بن سعد بن ابی وقاص کے چہرہ کو ایک مصلح اور حسینؑ کے چاہنے والے کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ امام حسینؑ کے قیام کو کچلنے کی اپنی گردن پر ذمہ داری نہ لینے کی کوشش کرتا ہے وہ موقع اور فرصت کا انتظار کر رہا ہے کہ شاید صلح و آشتی کی کوئی راہ نکل آئے اور عبید اللہ کو اپنے لکھے خط اور امام حسینؑ سے مذاکرات کے ذریعہ جنگ و جدال اور قتل و کشتار کے بغیر صلح و صفا پر تمام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ وہی شخص ہے جس نے اپنی طرف سے اس مضمون کا عبید اللہ کو خط لکھا ہے۔ اور حسینؑ کی یزید سے ملاقات جیسی اس میں شرطیں ذکر کرتا ہے تاکہ عبید اللہ فوجی ٹکراؤ سے باز آ جائے اور اس کے ضمن میں عبید اللہ بھی اسے مذمت کرتا ہے کہ حسینؑ سے مصالحت، نجوی اور ہمدردی کرنے کے بجائے ان کا کام تمام کر دے یا پھر لشکر کی کمانڈ شمر بن ذی الجوشن کے حوالہ کر دے[3]۔

عمر بن سعد وہ شخص ہے جس کے بارے میں علی بن الحسینؑ نے دعا کی ہے اور اس کے لئے خدا سے اجر طلب کرتے ہیں؛

---

[1]۔ خوارزمی، وہی کتاب ۲/۷۔

[2]۔ الطبری، وہی کتاب ۶/۷۶؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۲/۱۰۲۔

[3]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۸/۱۴۸؛ الطبری، وہی کتاب ۳/۳۱۳؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۸۹/۲۔

کیوں کہ عاشور کے دن اس کے سپاہیوں نے خیام لوٹنے اور علی بن الحسینؑ جو ان دنوں بیمار اور بستر پر تھے کو اذیت پہونچانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن عمر بن سعد ان کو اذیت پہونچانے سے روکتا ہے[1]۔

یا ایک دوسری روایت کی بنیاد پر جب دشمن نے حسینؑ کا محاصرہ کر لیا اور آپ پر حملہ آور ہوا اور آپ کو زخمی کر دیا تو زینبؑ عمر طبن سعد کی طرف آئیں اور فرمایا: "اے عمر سعد! ابو عبد اللہ الحسین کو قتل کر رہے ہیں اور تو کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے؟" راوی کہتا ہے: "میں عمر سعد کے بہتے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے رخسار اور ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے اور زینب سے منہ موڑ لیا"[2]۔

اس کے علاوہ عمر بن سعد ان تمام روایات میں ایک ایسے شخص کے عنوان سے متعارف کرایا گیا ہے جو اس ماموریت اور نواسہ رسول کے قتل کرنے میں ذرہ برابر رجحان نہیں رکھتا تھا، لیکن اس نے اپنی جا بچانے کی خاطر اس طرح کی گھناؤنی حرکت کی اور اہلسنت کے مآخذ میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں کہ بارہا ابن زیاد نے عمر بن سعد کو قتل کی دھمکی دی ہے۔ منجملہ طبری "عسد بن عبیدہ" کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ عمر بن سعد کے ساتھ ہم لوگ پانی اٹھا رہے تھے کہ ایک شخص اس کے پاس آکر کہنے لگا: "ابن زیاد" نے "جویریہ بن تمیمی" کو تمہارے طرف روانہ کیا ہے اور اسے دستور دیا ہے کہ اگر تم نے اس قوم (کربلا کے قافلہ والوں سے) جنگ نہیں کی تو تمہاری گردن مار دوں گا۔ وہ اضافہ کرتا ہے (اس بات کو سنتے ہی) عمر سعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ہتھیار لے کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ امام حسینؑ پر حملہ کر دیا اور آپ سے جنگ کی[3]۔

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے عمر سعد کو روانہ کرتے وقت اس سے کہا: "اگر تم نے ان کو نہیں کچلا تو میں تمہارے گھر میں آگ لگا دوں گا اور گردن مار دوں گا"[4]۔

ایک دوسرے مقام پر عبید اللہ بن زیاد شمر بن ذی الجوشن کو ماموریت دیتا ہے کہ وہ عمر بن سعد کو کام کو یکسر تمام کرنے پر مجبور کرے اور اگر قبول نہ کرے تو اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو اور تم اس کی جگہ پر اس کے قائم مقام بن جاؤ[5]۔

یہ وہ منظر کشی ہے جو اہلسنت مآخذ نے عمر سعد کے بارے میں کی ہے جبکہ اس کے اقدامات اور اس کے کرتوت اسے کچھ اور ہی پیش کرتے ہیں۔ بالخصوص شیعہ مآخذ میں اس کے بہت سارے دردناک اور بے رحمانہ اقدامات کا ذکر ہوا ہے۔ اب ہم شیعہ مآخذ اور کافی حد تک دیگر تمام مآخذ کی تحقیق کے بعد عمر بن سعد کی شخصیت کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات ملاحظہ کرتے ہیں کہ

---

[1]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۱۸۹/۸؛ الطبری، وہی کتاب ۳۳۵/۳۔

[2]۔ الطبری، وہی کتاب ۳۳۴/۳۔

[3]۔ سابق، ۳۰۰/۳۔

[4]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۱۸۹/۷۔

[5]۔ سابق حوالہ اسی جگہ، شیخ مفید، وہی کتاب ۹۰/۲۔

اس کے مصلحانہ اور آشتی پذیر چہرہ سے کسی صورت ساز گار نہیں ہے:

۱۔ بعض روایات کی چھا بین کرنے پر عمر سعد کا امام حسینؑ کے قتل کرنے اور کربلا کے مقام کو کچلنے کا مسئلہ کلی طور پر منتفی ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ روز عاشورا کے دردناک واقعہ کی شب امام حسینؑ نے عمر سعد کو نصیحت فرمائی ہے اور اس سے کنارہ کشی کرنے کو کہا ہے یا یہ کہ آپ سے مل جائے، لیکن عمر سعد بہانہ بناتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں گا تو ابن زیاد میرے گھر میں آگ لگا دے گا۔ اما اس سے فرماتے ہیں: "میں تمہیں اس سے بہتر گھر دوں گا" لیکن اس کے بعد بھی کہتا ہے: "میری ساری زمینیں لے لے گا"، "میں تمہیں حجاز میں اس سے بہتر اپنی زمین دے دوں گا وغیرہ وغیرہ[1]۔

امام عالی مقام اسے منصرف کرنے کی جتنی کوشش کرتے جاتے ہیں لیکن وہ قبول نہیں کرتا۔ اس بات کے پیش نظر کہ عمر بن سعد کے ساتھی ۱۴/ ہزار تھے۔ اگر وہ ابتداء سے ہی امام حسینؑ سے ملحق ہو جاتا تو یقیناً امام اور اس کی موقعیت کچھ اور ہی ہوتی۔ اور ہم نے اموی حکام کے درمیان اس قسم کی نافرمانی بہت دیکھی ہے کہ اس کا ایک نمونہ "عبدالرحمٰن محمد بن اشعث" ہے دوسرے مقام پر بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ابن زیاد اس سے ایک خط میں کام کو یکسر کرنے کا مطالبہ کرتا ہے یا کام کو یکسر تمام کر دو یا پھر اپنی پوسٹ شمر کے حوالہ کر د۔

عمر بن سعد نے قبول نہیں کیا اور کہا: میں ہر گز ایسا نہیں کروں گا بلکہ میں خود ہی حسینؑ کا کام تمام کر دوں گا"[2]۔ ان دو حساس زمانہ میں اگر عمر بن سعد پہلے سے قائل نہ ہوتا اور صلح و آشتی کا خواہاں ہوتا تو پھر اس نے اس قسم کے موقعوں سے استفادہ کیوں نہیں کیا اور خود کو اس دائمی ذلت و رسوائی سے نجات کیوں نہیں دلائی۔ اس بات کی روشنی میں کہ دوسروں کی طرح وہ بھی جانتا تھا کہ وہ نوسہ رسول خداؐ سے مقابلہ کر رہا ہے اور جنت کے جوانوں کے سردار اور رسول خداؐ کے لخت جگر کا خون بہانہ چاہتا ہے اور اس سلسلہ یں کہا نہیں جا سکتا کہ وہ امام حسینؑ کے فضائل کے بارے میں رسول کداؐ کی دسیوں حدیث سے بے خبر تھا۔

اگر واقعاً وہ اس واقعہ میں رجحان نہیں رکھتا تھا تو وہ حر بن یزید ریاحی کی طرح اس فخر آمیز واوعہ میں کیوں نہیں ہو گیا۔ اور کم سے کم اس ننگ و رسوائی سے اپنے دامن کو بچا سکتا تھا۔

۲۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد کے حکم سے پوری سنگدلی کے ساتھ حکم دیا کہ حسینؑ اور آپ کے خاندان پر پانی بند کر دیا جائے اور اس نے قسم کھائی تھی کہ ایسا کرنے نہیں دوں گا (جیسا کہ عبید اللہ بن زیاد نے کہا تھا) اور انہیں پانی کا ایک قطرہ نصیب

---

[1]۔ خوارزمی، وہی کتاب ۱/ ۴۴۵۔

[2]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۷/ ۱۸۹۔ ۱۹۰؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۲/ ۹۱۔

نہیں ہونے دوں گا[1]۔

۳۔ حر بن یزید ریاحی نے جب دیکھا کہ عمر بن سعد کا لشکر جنگ پر تلا ہوا ہے تو انہوں نے اس سے کہا: "کیا تو اس مرد سے جنگ کرے گا؟" عمر بن سعد نے کہا: ہاں، خدا کی قسم ایسی جنگ کروں گا کہ اس میں سب سے آسان سروں کا گرنا اور ہاتھوں کا کٹنا ہو گا"[2]۔

۴۔ عمر بن سعد وہ پہلا شخص ہے جس نے امام حسینؑ کی طرف پہلا تیر رہا کرنے کا اپنے دامن پر داغ لگایا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں نے ان کی طرف سب سے پہلا تیر پھینکا ہے[3]۔ اے لشکر خدا سوار ہو جاؤ اور جنت کا مژدہ حاصل کرو"۔ اگر وہ اس امر پر مائل نہ تھا تو پھر کس طرح وہ حسینؑ کے قتل کرنے کی جزا اور مژدہ جنت جانتا تھا اور اپنے لشکر کو جنت کی ترغیب دلاتا تھا؟

۵۔ وہ واقعہ کربلا میں صرف کمانڈری کے عہدہ پر فائز نہیں تھا، بلکہ اس نے خود ایک سپاہی اور جنگجو کی طرح جنگ کی ہے اور امام حسینؑ کے بہت سارے ساتھیوں کو شہید کیا ہے۔

۶۔ اس کا ایک جرم امام حسینؑ کے طفل شیر کوار عبد اللہ کے گلہ کو تیر کا نشانہ بنانے کے لئے حرملہ کو حکم دینا ہے۔

۷۔ جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے اور جنگ کر رہے تھے تو عمر بن سعد نے امام حسینؑ کو جلد سے جلد شکست دینے کے لئے حکم دیا کہ چاروں طرف سے گھیر لو اور ہر سمت سے ان پر حملہ کرو؛ کیوں کہ وہ عرب کی شجاع ترین فرد ہیں۔

۸۔ عمر بن سعد کا ایک جرم یہ تھا کہ اس نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعد آواز لگائی کہ رضا کارانہ طور پر کون ہے جو حسینؑ کے جسم پر گھوڑے دوڑائے اور ان کے جسم نازنین کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرے[4]۔

۹۔ امام حسینؑ کو شہید کرنے کے بعد عمر بن سعد نے آپ اور آپ کے اصحاب و انصار و اعزہ کو سروں کو کاٹنے کا حکم دیا اور کہا کہ ان سروں کو قبائل کے درمیان تقسیم کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ ابن زیاد کے پاس لے جا کر اپنے اس عمل سے اس کی قربت اور انعام و اکرام حاصل کریں[5]۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمر سعد کی اتنی زیادہ سنگ دلی اور بے رحمی کے باوجود اس کو صلح پسند کیوں کہا جاتا ہے؟ اس بات کا ایک جواب دیا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ عمر بن سعد رسول خداؐ کے بزرگ صحابی سعد بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور خلافت کی

---

[1] ۔ الطبری، وہی کتاب ۳۱۱/۳؛ نویری، وہی کتاب ۱۷۲/۷۔
[2] ۔ شیخ مفید، وہی کتاب ۱۰۲/۲۔
[3] ۔ الطبری، وہی کتاب ۳۱۱/۳؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۱۰۴/۲۔
[4] ۔ شیخ مفید، وہی کتاب ۹۲/۲۔
[5] ۔ الطبری، وہی کتاب ۳۳۵/۳؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۱۱۸/۲۔

۶/رکنی کمیٹی کاایک رکن اور ممبر تھاکہ عمر بن خطاب نے اسے اپنے بعد خلیفہ کی جانشینی کے لئے انتخاب کیا تھا۔ جیساکہ ہم جانتے ہیں کہ اہلسنت رسول خداؐ کے سارے اصحاب کی نسبت خاص عقیدت رکھتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں: "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جن کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاؤ گے)۔اب عمر بن سعد انہی ستاروں میں ایک ستارہ کا بیٹا ہے جو اہلسنت کے درمیان خاص مقام کا حامل ہے،اس لئے ان تمام تاریخی حقائق کے باوجود جن کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے، شاید صحابی کے اس فرزند کے داغدار دامن کو پاک کرنے کی کوشش کی ہے۔

شایان ذکر ہے کہ جس چیز نے اس غم انگیز اور جانگداز اقدام کرنے پر مجبور کیا، اس کی دنیا طلبی، جاہ طلبی اور شہر ری کی حکومت کی طمع تھی؛ کیوں کہ اس سے پہلے عبید اللہ نے اسے حکومت ری دی تھی۔ لیکن امام حسینؑ کے قیام کرنے کے بعد ری کی حکومت پانے کی شرط حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کی نابودی قرار دی تھی۔ اس سلسلہ میں عمر بن سعد کی طرف دو شعر منسوب ہیں:

أأترك ملك الرّي والرّي منيتي أم أرجع مذموما بقتل الحسينِ
و في قتله النار التي ليس دونها حجابٌ و ملك الري قرة عينِ[1]

کیا میں حکومت ری جو میری آرزو ہے کو ہاتھ سے گنوادوں یا حسین کے قتل میں مذمت اور ملامت کو قبول کروں جبکہ انکے قتل میں ایسی آگ ہے کہ اس کے پیچھے کوئی پردہ نہیں ہے اور ری کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یہ اشعار عمر سعد کی دنیا پرستی اور اس کی جاہ طلبی پر دلالت کر رہے ہیں، جبکہ خود بھی اس عظیم گناہ اور آخرت میں اس کے عذاب سے باخبر اور اس کا عقیدہ رکھتا ہے، لیکن دنیاوی فنا ہونے والی حکومت اور ظاہری مقام و منصب سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ البتہ ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے امام حسینؑ کے عراق روانہ ہونے کی خبر پاتے ہی اپنے سرداروں سے کہا: تم میں سے کون ہے جو حسینؑ کو کچلنے اور شکست دینے کے لئے آمادہ کرے گا تاکہ اسے بہتر سے بہتر انعام واکرام اور ری کی حکومت دوں۔ اس وقت عمر بن سعد نے کہا: "ایسا میں کروں گا"۔[2]

د۔ حسین کے قتل میں یزید کو بری کرنے کی ناکام کوشش:

اہلسنت مورخین نے کربلا کے اسیروں اور شہداء کے مقدس سروں کے ساتھ یزید کے دارالخلافہ میں سلوک کرنے کی اس

---

[1]۔ابن کثیر، وہی کتاب ۱۸۹/۸؛ شیخ مفید، وہی کتاب ۱۱۸/۲۔

[2]۔الطبری، وہی کتاب ۳۱۰/۳۔

طرح منظر کشی کی ہے۔ لیکن ساری کی ساری روایات اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ یزید کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا تاکہ تصور کیا جائے کہ اس مقدس خون سے یزید کا ہاتھ رنگین نہیں ہوا ہے اور یزید کو بری کرنا چاہتے ہیں اور اس کا سارا گناہ ابن زیاد کی گردن پر ڈال دیں۔ ذہبی لکھتا ہے: جب حسینؑ کا سر یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے سر مبارک کو اپنے ہاتھوں کے درمیان رکھ کر گریہ شروع کر دیا۔ پھر شعر پڑھنے کے بعد بولا: لیکن خدا کی قسم اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو کبھی تم کو قتل نہ کرتا۔"[1]

ذہبی یہاں پر اس شعر کو نہیں لکھتا ہے جو اس نے سر مبارک دیکھ کر پڑھا تھا، جبکہ یہ اشعار مکمل طور پر آپ کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں جو بہت سارے مسائل کو روشن کر سکتے ہیں:

لیت أشیاخي ببدر شهدوا — جزع الخزرج من وقع الأسل
لأهلوا و استهلوا فرحا — ثم قالوا یا یزید لا تشل
و قتلنا القرم من ساداتهم — وعدلناه ببدر فاعتدل
لست من خندف ان لم أنتقم — من بني أحمد ما کان فعل
لعبت هاشم بالملك فلا — خبر جاء و لا وحي نزل
قد أخذنا من علي ثارنا
و قتلنا الفارس اللیث البطل[2]

ان اشعار میں یزید علی الاعلان امام حسینؑ کے قتل اور جنگ بدر میں اپنے مشرکین شہداء کے انتقام لینے پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ بنی امیہ اور یزید کے اسلاف سے تھے، کو بیان کرتا ہے اور ہاشم اور احمدؐ کے فرزند سے اپنے دیرینہ اور جاہلی کینہ اور علیؑ کے جنگ بدر میں بہت سارے مشرکین کو قتل کرنے کا انتقام سمجھ کر اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا ان اشعار کا پڑھنا باعث ہوا ہے کہ بہت سارے علماء، محدثین اور فقہاء نے یزید کے کفر کا فتوی دیا ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز جانا ہے۔ منجملہ ابن ابی الحدید معتزلی کہتا ہے: "ہمارے بہت سارے اصحاب (معتزلہ) نے معاویہ کے دین کے بارے میں طعن و تشنیع کی ہے اور کہتے ہیں کہ وہ ملحد اور کافر تھا اور وہ پیغمبرؐ کی نبوت پر ایمان اور عقیدہ نہیں رکھتا تھا اور اس کے کلام سے اس طرح کے مطالب جو اس امر پر دلالت کر رہے ہیں نقل ہوئے ہیں"[3]۔

اہلسنت کا دوسرا مورخ ابن حجر ہیثمی ہے جس نے "الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ" لکھی ہے۔ اس کو مذکورہ اشعار میں صرف ایک شعر پر اکتفاء کی ہے اور ان دیگر اشعار کو بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے جو یزید کے کفر والحاد اور

---

[1]۔ قندوزی حنفی، سلیمان بن شیخ ابراہیم، ینابیع المودۃ ۱۶۴/۳۔
[2]۔ الذہبی، وہی کتاب ۱۹/۴۔
[3]۔ قندوزی، وہی کتاب ۵۱/۳؛ خوارزمی، وہی کتاب ۵۹/۲ اور ۶۷۔

حسینؑ کے قتل سے اس کی خوشی پر دلالت کر رہے ہیں"[1]۔

ذہبی دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ یزید ابن زیاد کے اقدام سے ناراض ہوا یہاں تک کہ اس نے ابن مرجانہ پر لعنت بھیجی ہے۔ اس وقت علی بن الحسینؑ کے قول کی روشنی میں کہتا ہے: "سر مبارک دیکھتے وقت ہم نے یزید کا گریہ دیکھا ہے اور میں نے اس سے کہا کہ اگر رسول خداؐ ہم کو مغلوب اور زنجیر و بیڑی میں دیکھتے تو آپ ہماری اس سے آزادی کو پسند کرتے"۔ یزید نے بھی کہا: آپ سچ کہہ رہے ہیں اور اس نے ہمیں زنجیر و بیڑی سے آزاد کرنے کا حکم دیا اور ہم نے جو چاہا اس نے دیا اور حاکم مدینہ کو ایک خط میں ہمارے متعلق بہت ساری تاکید کی[2]۔

طبری اور ابن عبد ربہ نے بھی اسراء کے ساتھ یزید کی بذل و بخشش، ان کے لئے عماریوں کے فراہم کرنے اور اچھے سے اچھے لباس اور کھانے کا بند و بست کرنے کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہ اس نے ابن مرجانہ کی مذمت اور ملامت کی ہے[3]۔ ابن عبد ربہ اضافہ کرتا ہے: "جب زحر بن قیس شہداء کے سروں کو یزید کے پاس لے گیا اور واقعہ کربلا کو بیان کیا تو یزید رونے لگا اور بولا: "حسینؑ کو قتل کئے بغیر بھی تمہاری اطاعت سے راضی تھا، خداوند عالم سمیہ کے بیٹے پر لعنت کرے اگر میں ہوتا تو در گزر کر دیتا، خداوند عالم ابو عبد اللہ پر رحمت نازل کرے اور معاف کرے"۔ اور اس وقت اس نے کہا: "خدا کی قسم میں حسینؑ کے خروج اور ان کے قتل سے بے خبر تھا"[4]۔

طبری سے بھی کچھ اشعار یزید سے منسوب ہیں کہ مذکورہ اشعار سے بالکل ہی برعکس ہیں جس کا مضمون یہ ہے: ان لوگوں نے ان سروں کو تن سے جدا کیا ہے جو ہمارے لئے عزیز تھے اور یہ لوگ بہت ہی ناشکرے اور ظالم تھے۔ خدا کی قسم اے حسین! اگر آپ کا مجھ سے سابقہ ہوتا تو کبھی آپ کو قتل نہ کرتا"[5]۔

اس کے بعد طبری نے یزید کے خاندان والوں کے نالہ و شیون کے بارے میں گفتگو کی ہے اور اضافہ کرتا ہے کہ حسینؑ کی بیٹی فاطمہ جو سکینہ سے بڑی تھیں نے کہا: "اے یزید پیغمبر کی بیٹیاں اسیر ہیں" یزید نے کہا: "میری بھتیجی خدا کی قسم میں اس بات سے راضی نہیں تھا"۔ فاطمہ نے کہا: "خدا کی قسم ان نابکاروں نے ہمارا گوشوارا تک لوٹ لیا"۔ یزید نے کہا: میری بھتیجی جو میں تمہیں دے رہا ہوں وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو ان لوگوں نے لوٹا ہے"۔ اس وقت یزید نے لوٹے گے اسباب کے دوگنا دیا۔

---

[1]۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ۱/ ۴۶۴۔

[2]۔ ابن حجر ہیثمی، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقۃ، ص ۴۵۰۔

[3]۔ الذہبی، وہی کتاب ۴/ ۲۱ اور ۱۹۔

[4]۔ الطبری، وہی کتاب ۳/ ۳۳۸؛ ابن عبد ربہ ۴/ ۳۵۰۔

[5]۔ ابن عبد ربہ، وہی کتاب ۴/ ۳۴۹ اور ۳۵۰۔

سکینہ نے کہا: "خدا کے منکروں میں سے میں نے یزید سے بہتر نہیں دیکھا"۔[1]

یہاں پر بہت ہی حیرت کا مقام ہے کہ ان روایات کو گڑھنے والوں نے غور و فکر نہیں کیا ان روایات کے پڑھنے والے کیسے قبول کریں گے کہ حسینؑ کی بیٹی فاطمہ یزید کے دربار میں اتنے سارے مصائب و آلام دیکھنے اور باپ، بھائی، اعزہ و اقارب کے سروں کو نوک نیزہ میں دیکھنے کے بعد زیورات اور یزید کے عطیوں کی سوچنے لگیں؟

ابن کثیر نے بھی اسی طرح کی روایت پیش کی ہے اور یزید کا گریہ اور غم واندوہ بیان کر کے لکھتا ہے: "اس (یزید) نے کہا: خدایا! ابن مرجانہ کو ذلیل و خوار کرے، اگر اس کے اور اس کاندان کے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابتداری ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا"۔

ابن کثیر نے معمولی فرق کے ساتھ بے شمار روایات نقل کی ہیں اور یزید کی علی بن الحسینؑ کی نسبت مہربانیوں کے بارے میں کہتا ہے: یزید ظہر و شب میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا تھا جب تک اپنے ساتھ علی بن الحسینؑ کو نہیں بلا لیتا تھا۔ اور انکو مدینہ واپس کرنے کے وقت کہا: خداوند عالم سمیہ کو ذلیل و خوار کرے۔ خدا کی قسم اے علی بن الحسین اگر میں آپ کے والد کے پاس ہوتا تو جو چیز بھی مطالبہ کرتے میں انہیں دیتا اور ان کی موت سے مانع ہوتا یہاں تک کہ اگر میری بعض اولاد کی ہلاکت کا سبب بھی ہوتا۔ لیکن خداوند عالم کی یہی مرضی تھی کہ آپ نے دیکھا"۔ اس وقت اس نے آپ کو کافی دولت دی اور بہترین لباس پہنایا اور اپنے سفیر کو ان کی نسبت تاکید کی۔ ابن کثیر ان مطالب کو ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے: یہ امر شیعوں کے اقوال کی رد کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ اسیروں کو بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا اور ان کے کپڑے اس طرح پھٹے ہوئے تھے کہ آگے اور پیچھے کا حصہ دکھائی دیتا تھا۔ پھر اضافہ کرتا ہے: یزید حسینؑ کو قتل کرنے پر راضی نہیں تھا اور جو تصور ہوتا ہے کہ اگر امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے اسے معلوم ہو جاتا تو وہ آپ کو آزاد کر دیتا۔[2]

ابن کثیر ایک متعصب شامی مورخ اور ابن تیمیہ کا شاگرد ہے کہ ان روایات میں اس کا حال بخوبی معلوم ہے جو روایات وہ ذکر کرتا ہے دیگر تمام مآخذ میں اس طرح سے ثبت نہیں ہے اور شیعہ مآخذ میں بھی اس قسم کی روایات سے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ذاتی خیالات یعنی یزید کا امام کے قتل سے راضی نہ ہونا اور اس کا اس سے بے خبر ہونا۔ اس ہولناک ظلم سے یزید کو بری کرنے کی مظلومانہ کوشش ہے۔ یہ اس حال میں ہے کہ سارے تاریخی شواہد اور قرائن کوئی دوسری چیز بتا رہے

---

[1] ۔ الطبری، وہی کتاب ۳۳۸/۳۔

[2] ۔ الطبری، وہی کتاب ۳۳۸/۳۔

ہوں کہ ہم یہاں پر ان سے استناد کرتے ہوئے اس قسم کے گمراہ اور درباری مورخین کے مقاصد کی قلعی کھولیں گے :

۱۔ سب سے پہلا نکتہ ،یزید کا حکم مدینہ کے حاکم "ولید بن عتبہ" کو حسینؑ سے بیعت لینے کے لئے دینا اور عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن عباس جیسے دیگر تین افراد سے بیعت کا حکم دینا ہے کہ وہ اس حکم میں واضح طور پر فرمان جاری کرتا ہے کہ اگر یہ لوگ میری بیعت کرنے سے انکار کریں تو ان کی گردن مار دو۔[1] یہ روایت حسینؑ اور بیعت سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں یزید کے موقف کو بیان کر رہی ہے۔

۲۔ خاندان حرب اور بنی ہاشم اور آل علی اور آل سفیان کے درمیان اختلافات کا تاریخی سابقہ اس درجہ روشن ہے کہ حسینؑ کے قتل کرنے کا مقصد ہو سکتا ہے۔ معاویہ نے پہلے حسینؑ کو خطاب کر کے ایک خط میں قتل کی دھمکی دیتے ہوئے کہتا ہے: کوفیوں کے وعدوں پر خوش نہ ہو جبکہ تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے تمہارے باپ اور بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے"۔[2] حسینؑ بھی اس کا جواب دیتے ہیں: "میں بھی تم سے جنگ نہیں چاہتا اور گمان نہیں کرتا تم سے جہاد کرنے میں کدا کے پاس میرے لئے کوئی عذر ہو گا، کیوں کہ اس امت کی مصیبت اور بلا تمہاری ولایت سے عظیم ہے"۔

اسی خط میں معاویہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ حسینؑ سے بیعت لینے میں دیگر ان تین افراد کی نسبت سختی سے کام لینا؛ کیوں کہ وہ تمہاری حکومت کے لئے مشکل کھڑی کر دیں گے۔

۳۔ جب عبید اللہ نے مسلم اور ہانی کا سر یزید کے پاس بھیجا تو اس (یزید) نے اسے ایک خط لکھا اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یاد دہانی کراتا ہے کہ مجھے حسین کے عراق کی طرف روانہ ہونے کی خبر ملی ہے۔ محافظوں کی پوسٹ فراہم کرو اور چھاونی تیار کرو اور چاکنار رہو، معمولی شک و گمان پر لوگوں کو گرفتار کرلو اور جو لوگ تم سے جنگ نہ کریں تو انہیں قتل نہ کرو۔[3]

۴۔یزید "عمر بن سعد" کے ایک خط میں حکم دیتا ہے کہ حج کے بہانہ سے ایک گروہ مکہ جائے اور حسینؑ کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیں اور اگر انکار کریں تو قتل کر دو۔[4]

۵۔ عبید اللہ بن زیاد لحمہ لحمہ امام کی عراق کی سمت روانگی اور عمر سعد کی دی ہوئی خبر اور اس کا لشکر حسینؑ سے مقابلہ اور

---

[1]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۱۹۶/۸ اور ۲۰۲ اور ۲۰۳۔

[2]۔ ابن اعثم، وہی کتاب ۱۸/۵؛ یعقوبی، وہی کتاب ۲۱۵/۲؛ خوارزمی، وہی کتاب ۱۷۸/۱ اور ۱۸۰۔

[3]۔ الذہبی، وہی کتاب ۳۴۰/۲۔

[4]۔ نویری، وہی کتاب ۱۵۳/۷۔

حسینؑ کے قتل کی خبر یزید کو دی تھی کہ یزید سے اس کی خط و کتابت مآخذ میں موجود ہے[1]۔

مذکورہ بالا روایات ابن کثیر کے جھوٹے دعووں کو برملا کر رہی ہیں کہ کہتا ہے: یزید اس واقعہ سے بے خبر تھا اور اسی طرح ذہبی، طبری اور ابن عبد ربہ کی کذب بیانی کا پردہ فاش کر رہی ہیں۔

۶۔ یہ مطلب نعمان بن بشیر سے یزید کے فرمان سے کس طرح سازگار ہوگا کہ اس نے بشیر سے انتہائی مسرت سے کہا: الحمد للہ الذی قتل الحسین"۔[2] یا یہ کہ اس نے امام زین العابدینؑ سے کہا: "تمہارے والد اور جد امیر ہونا چاہتے تھے، پس الحمد لله الذی قتلهما و سفک دمائهما"[3]۔

۷۔ امام حسینؑ کے قتل سے یزید اس درجہ شاد اور مسرور تھا کہ لکڑی سے آپ کے لب اور دندان مبارک پر مارتا تھا اور وہ کینہ طوری کے اشعار پڑھتا تھا: "لیت اشیاخی ببدر۔۔۔ کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور ابو برزہ اسلمی نے بھی اس سے کہا: "ان لکڑیوں کو حسینؑ کے لب مبارک سے ہٹالے کہ میں بارہا رسول خداؐ کو اس کا بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے"[4]۔

جب قیدیوں کے قید ہونے کی خبر یزید کو ملی تو اس نے شہر کی شیشہ بندی اور آرائش کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ مرد اور عورت سب اسیروں کے قافلہ کا تماشا دیکھنے آئیں[5]۔

۹۔ یزید نے زینب کبریٰ اور امام زین العابدینؑ کو خطاب کر کے کہا کہ جبکہ وہ اپنی خوشی چھپا نہیں سکتا تھا، کہا: تم لوگوں نے دیکھا کہ خدا نے تمہیں کس طرح ذلیل و خوار کیا ہے۔" نیز امام سجادؑ سے کہا: اے علی! تمہارے باپ نے مجھ سے رشتہ داری ختم کر دی اور میرے حق کو نہیں پہچانا اور حکومت کے سلسلہ میں مجھ سے نزاع اور اختلاف کر بیٹھے جبکہ تم نے دیکھا کہ خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا"[6]۔

۱۰۔ یزید نے سب کے عبرت اور اپنی اس عظیم فتح کی نمائش کے لئے شہداء اور خود امام حسینؑ کے سر مبارک کو دمشق اور جارع اموی کے دروازوں پر تین دن تک آویزاں کروایا[7]۔

۱۱۔ بہت سارے علماء کا خیال ہے کہ یزید ان تمام باتوں سے راضی تھا۔ منجملہ تفتازانی کہتے ہیں: "حق یہ ہے کہ یزید امام

---

[1]۔ شیخ مفید، وہی کتاب ۲/۶۷ اور ۶۸۔

[2]۔ ابن اعثم، وہی کتاب ۶۹/۵ اور ۱۴۷۔

[3]۔ خوارزمی، وہی کتاب ۵۹/۲۔

[4]۔ خوشبین، وہی کتاب ۶۲/۲۔

[5]۔ الطبری، وہی کتاب ۲۶۷/۶؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ ۳۵/۴؛ ابن کثیر، وہی کتاب ۱۹۲/۸۔

[6]۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار ۱۲۴/۴۵۔۱۲۸۔

[7]۔ ابن کثیر، وہی کتاب ۱۹۴/۸۔

حسین ع کا قتل سے راضی تھا اور اس سے خوش ہو کر اس نے اہلبیت کی اہانت کی ہے؛ یہ امر تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے اور اگر یہ صرف خبر واحد ہوتی تو ہم اس پر تاکید نہیں کرتے، خدا اس پر اور اس کے اصحاب و انصار پر لعنت کرے"[1]۔

نیز ابن حزم کہتے ہیں: یزید کا قیام صرف اور صرف دنیاوی ہدف کے لئے تھا جس کی تاویل اور توجیہ نہیں ہو سکتی ہے وہ ایک باغی اور ستمگر تھا"۔[2] جاحظ کہتے ہیں: یزید حسینؑ کے قتل، ان کی اولاد کو اسیر کر کے، مدینہ کے لوگوں کو ڈرا کر اور کعبہ کی تخریب کر کے جن منکرات اور عظیم برائیوں کا مرتکب ہوا ہے وہ سب اس کی سنگدلی، شدت پسندی، غلط فکر، کینہ و کدورت، غیض و غضب، بغض و نفاق اور اس کے ایمان سے کارج ہونے پر دلالت کر رہے ہیں، پس وہ فاسق اور ملعون ہے لہذا جو شخص فاسق اور ملعون پر لعنت کرنے سے منع کرے وہ خود ملعون ہے"[3]۔

مذکورہ بالا تمام دلیلوں اور قرینوں سے علمائے اہلسنت کی ذکر شدہ روایات جس سے اکثر اہلسنت علماء نے اس کو بری کرنے کی کوشش کی ہے، کی عدم صحت اور ان کی کذب بیانی پر واضح دلیل ہے۔ اس سلسلہ یں جو بات قابل ذکر ہے یہ ہے کہ شاید بعض لوگ یہ کہیں کہ مورخین کی ذکر کردہ اخبار و روایات میں تحریف سے اس بات کا کوئی ربط نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ یزید نے اس قسم کی کارانہ چال چلی ہو اور اپنے دامن کردار کو اس ذلت اور رسوائی سے پاک کرنے کی کوشش کی ہو اور اپنے سیاہ کرتوت اور گھناونی حرکتوں کے گناہ کو دوسروں کی گردن پر دالنے کی کوشش کی ہو۔

اس سلسلہ میں کہنا چاہئے:

اولاً: اگر یزید کا ان اعمال سے مقصد اپنی مظلومیت طاہر کرا اور عوام کو دھوکہ دینا تھا تو پھر ایک ہی وقت میں اپنا دو طرح کا چہرہ کیوں دکھاتا ہے؟ بالفاظ دیگر ایک ہی وقت میں امام حسینؑ کے لئے گریہ کرتا ہے اور آپ کے دندان مبارکا ور مقدس ہونٹ پر لکڑی سے مارتا بھی ہے؟ یا امام حسینؑ کی مصیبت میں مرثیہ پڑھتا ہے اور نوک نیزہ پر نصب سروں پر مرثیہ پڑھتا ہے اور دوسری طرف اپنے اشعار میں کینہ و کدورت اور بنی ہاشم اور علیؑ کے خلاف جاہلی اشعار پڑھتا ہے۔ یہ دورخی پالیسی دار الخلافہ میں موجود اور واقعہ کربلا کی روایات کرنے والوں کے لئے کس طرح قابل توجیہ ہو سکتی ہے؟

ثانیاً: واضح ہے کہ اس قسم کی مظلوم نمائی اور اپنے ہاتھ کو خون حسینؑ سے رنگین نہ کرنے کا مقصد صرف اور صرف مخاطبین کو عملی طور سے متاثر کرنا ہے۔ جبکہ امام سجادؑ اور زینب کبریؑ اور کربلا کے تمام اسیروں نیز حکومت کے اعلی عہدہ دار اور یزشید کے مشیر کار کہ اکثر اموی اور دشمن اہلبیت تھے، جیسی شخصیات موجود تھیں۔ اس مظلوم نمائی سے کس طرح متاثر یا گمراہ ہو سکتے ہیں؟ کیا وہ لوگ اس بات سے کہ اس کا اصلی سبب یزید ہے، اور وہ لوگ خود بھی اس رونما ہونے والے واقعہ سے باخبر

---

[1]۔ خوارزمی، وہی کتاب ۲/۷۵؛ ابن کثیر، وہی کتاب ۸/۲۰۴۔

[2]۔ عبد الرزاق مقرم، مقتل الحسین بنقل از العقائد النفیسہ، ص ۱۸۱۔

[3]۔ سابق، بہ نقل از المحلی بالاثار، ۹۸/۱۱۔

تھے اوراسے ایک عظیم فتح سمجھ رہے تھے۔اس کے علاوہ اس تاریخی بزم میں عوام الناس یا اجنبی لوگ نہیں تھے کہ یزید مظلوم نمائی اور عوام فریبی کرے۔ لہٰذا اتنی ساری دلیلوں اور قرینوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ مذکور مورخین نے یزید کو قتل حسینؑ کے الزام سے بری کرنے کی کوشش کی ہے اور سارا گناہ ابن زیاد کی گردن پر ڈالتے ہیں کہ خود وہ اور اس کا باپ دونوں کا جائز النسب نہیں تھا۔ جبکہ یزید معاویہ کا بیٹا اور معاویہ دور جاہلیت کے سردار مکہ ابوسفیان کا سپوت ہے۔

ھ۔ امام حسینؑ کے قتل کے بعد معجزات اور خارق العادت واقعات سے متعلق واقعہ کربلا لکھنے والوں کی روایات کی چھان بین

بہت سارے اہلسنت مورخین کی اخبار کا اہم حصہ واقعات کربلا سے متعلق معجزات اور غیر فطری حوادث سے متعلق ہے جو امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب وانصار کی شہادت کے بعد رونما ہوئے ہیں۔

مذکورہ تمام مآخذ دقت اور کافی وسوسوں کے ساتھ بہت شمار روایات پیش کرتے ہیں کہ ان موارد سے متعلق معمولی فرق کے ساتھ یاد کیا جا سکتا ہے:

۱۔ حسینؑ اور آپ کے اعوان وانصار کی شہادت کے بعد آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور مٹی خون ہو گئی۔

۲۔ عاشور کے دن سورج کا گہن لگنا۔

۳۔ دن میں ستارے نکل آئے۔

۴۔ کربلا کے قتل عام کے بعد زمین سے جو پتھر بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون جوش مارتا تھا۔

۵۔ ایک ہفتہ تک آسمان تاریک ہو گیا اور سورج نہیں نکلا۔

۶۔ ستارے آپس میں ٹکرائے۔

۷۔ جس شخص نے حسینؑ کے قتل ہونے کی لوگوں کو خوشخبری دی تھی اس پر آسمان سے بجلی گری اور وہ اندھا ہو گیا۔

۸۔ عبید اللہ بن زیاد کے دار الامارہ کی دیوار سے خون کا پرنالہ بہا اور بیت المقدس کی دیواریں بھی خونی ہو گئیں۔

۹۔ صواقعہ عاشورا کے دن چھاونی پر ایک اونٹ ذبح کیا گیا تو اس کے گوشت کے درمیان آگ تھی یا اس کا گوشت لکڑی کے مانند ہو گیا۔

۱۰۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ۶/ماہ تک آسمان سرخ تھا۔

۱۱۔ کربلا کی گھاس سبز تھی لیکن اس واقعہ کے بعد خاکستر ہو گئی۔

۱۲۔ اس دن ابن عباس نے پیغمبرؐ کو کواب میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں کون کا ایک شیشہ ہے اور ابن عباس سے کہہ

رہے ہیں کہ یہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کا خون ہے۔

۱۳۔ سارے لوگوں نے جناتوں کے نالہ و شیون اور امام حسینؑ کی مصیبت میں ان کی مرثیہ خوانی سنی۔

۱۴۔ جب حسینؑ کی شہادت ہوئی تو سات دن تک پوری دنیا بے حس و حرکت تھی یا تین دن تک تاریک ہو گئی تھی۔

۱۵۔ آسمان نے خراسان، شام اور عراق وغیرہ کی دیواروں پر کون کی بارش کی۔

ان معجزات اور حیرت انگیز واقعات کو اہلسنت مورخین نے منجملہ طبری[1]، سیوطی[2]، ہیثمی[3]، ترمذی[4]، ابن حنبل[5]، ابن سعد[6]، ابن عساکر[7]، ذہبی[8]، قندوزی حنفی[9] وغیرہ اور ابو نعیم اصفہانی، شعبی، زہری، ابن حجر عسقلانی، ابن جوزی، ثعلبی اور ابن اسیرین جیسے دیگر مورخین نے نقل کیا ہے۔[10]

ان معجزات اور خارق العادت امور کے بارے میں جو بات قابل غور ہے یہ ہے کہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ مذکورہ مورخین (اتنے سارے خوارق عادت امور اور معجزات کو ذکر کرتے ہیں) اور قیام حسینی کے بعض حوادث کے ذکر سے (کہ اس کی وضاحت ہو چکی ہے) امام حسینؑ کے حقیقی مقصد قیام کو بالخصوص امامؑ کے خطبوں سے ثبت کرنے سے کیسے غافل رہ گئے۔ اتنے سارے معجزات اور حیرت انگیز واقعات کے ذکر کرتے ہوئے کہ کسی صورت عقل، استدلال اور سند سے قابل اثبات نہیں ہیں۔ دقت کی اور تفصیل کے ساتھ ان کو اپنی کتابوں میں لکھ ڈالا۔ ان مورخین میں سے بعنوان مثال ابن عساکر ہے کہ جس نے قیام حسینی سے متعلق تقریباً ۵۰/ روایات ذکر کی ہیں کہ ان میں سے ۳۲/ روایات مذکورہ بالا معجزات سے اختصاص رکھتی ہیں اور دوسروں نے بھی اپنی نوبت میں ایسا ہی کیا ہے۔ جبکہ اس الٰہی تحریک کے اصلی اور حقیقی زاویوں کو روشن نہیں کیا ہے۔ بہت ہی حیرت کا مقام ہے۔ یہ مورخین جو امام حسینؑ کے لئے مخصوص اور پاکیزہ مقام و منزلت اور فوق العادہ اہمیت کے قائل نہیں تھے پھر امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کی شان میں اتنے سارے معجزات کیسے لکھ ڈالا۔ جبکہ خاندان عصمت و طہارت کے چاہنے والوں

---

[1]۔ جاحظ، ابو عثمان عمرو بن حجر، رسائل الجاحظ، ص ۲۹۸۔

[2]۔ الطبری، وہی کتاب ۳/۳۰۰۔

[3]۔ سیوطی، وہی کتاب، ص ۲۲۶۔

[4]۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۹۶/۹۔

[5]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث ۳۷۷۸۔

[6]۔ ابن حنبل، احمد بن محمد، المسند ۱/ ۲۸۳۔

[7]۔ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبری ۱۷۲/۸۔

[8]۔ سابق ۲۶۱/۸۔ ۲۶۲۔

[9]۔ الذہبی ۱۸/۴۔ ۱۵۔

[10]۔ سابقہ ۱۴۵/۲۔ ۱۴۹۔

اور شیعہ مورخین نے ایسا نہیں کیا ہے؟اس ابہام کا جواب یہ ہے کہ ہم دور جاہلیت کی ایک اجمالی تحقیق و بررسی سے اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ اس قسم کے امور پر عقیدہ رکھنے کا سابقہ دور جاہلیت میں تھا۔ اس طرح سے کہ دور جاہلیت کے عراب بعض خاندانوں کے لئے خاص تقدس اور احترام کے قائل تھے اور فوق العادۃ قوت کا نظریہ رکھتے تھے کہ ان میں سے بعض خاندانوں کو یہ مقام دیا گیا ہے۔

لہٰذا فطری عنصر کی جانب سے ان افراد اور پاکیزہ گھرانوں کے مصیبت اور ابتلاء می۸ں گرتار ہونے کے وقت خاص عکس العمل کا ظاہر ہونا ایک فطری امر تھا اور قصہ بیان کرنے والوں اور داستان سرائی کرنے والوں کی طرف سے جو قصے اور داستانیں نقل ہوئی ہیں ان کی کافی توجہ کا مرکز رہی ہیں اور ان کا سننا اور پڑھنا دلچسپ رہا ہے۔ لہٰذا واضح ہے کہ واقعات کربلا میں اس قسم کی داستانوں اور معجزات کا ذکر امام حسینؑ کی تحریک کی وضاحت، فلفہ عاشورا کے بیان اور اس قیام الٰہی کے اصلی مقصد کے ذکر کرنے کے بجائے ان واقعات اور معجزات میں الجھ گئے اور یہ وہ چیز تھی کہ اموی اور عباسی حکام اور ان سے وابستہ افراد نے غیر محسوس طور پر اس پر زور دیا۔

فہرست مآخذ

۱۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، تصحیح محمد ابو الفضل ابراہیم، قاہرہ ۱۹۵۹ اور مصر ۱۹۷۸

۲۔ ابن اعثم کوفی، خواجہ احمد بن محمد (۳۱۴ق)، الفتوح، بیروت، دار الکتاب العلمیہ ۱۴۰۶ق

۳۔ ابن تعزی بردی، ابو المحاسن یوسف (۸۷۴)، النجوم الزاہرہ فی اخبار ملوک مصر والقاہرہ، مصر، دار الکتب المصریہ ۱۹۲۹

۴۔ ابن حجر ہیثمی، احمد بن محمد، الصواعق المحرقہ فی الرد علی اہل البدع والزندقہ، قاہرہ، مطبعہ عبد الوہاب ۱۳۷۵ق

۵۔ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد، تاریخ ابن خلدون، بیروت، دار الکتاب الاسلامیہ (بی تا)

۶۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع زہری (۱۶۸۔۲۳۰)، الطبقات الکبری، بیروت، دار صادر، دار بیروت ۱۳۷۶ ق

۷۔ ابن عساکر، علی بن حسن الشافعی (۴۹۹۔۵۷۱ق)، تاریخ مدینہ دمشق و ذکر فضلھا و تسمیۃ من حلھا من الاثل او اجتاز بنواحیھا، دمشق مجمع اللغۃ العربیۃ ۱۳۹۸ق نیز تحقیق محمد باقر محمودی، حسین بن علیؑ ریحانہ رسول خدا، بیروت ۱۹۷۹م

۸۔ ابن عبد ربہ، ابی عمر احمد بن محمد، العقد الفرید، وضع فہارسہ محمد اسکندرانی، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۱۱

۹۔ ابن کثیر دمشقی، عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن عمر (۷۰۰۔۷۷۴ق)، البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ، بیروت، دار الفکر

۱۴۰۴ق
۱۰۔ ابن طاووس، اللھوف علی القتلی الطفوف، تہران (بی نا)، ۱۳۲۱ش
۱۱۔ ابو الفرج اصفہانی (۳۵۶-۲۸۴ق)، الاغانی، بیروت (بی نا) ۱۹۷۴
۱۲۔ مقاتل الطالبین، تحقیق سید احمد صفر، بیروت، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۸۷
۱۳۔ بحرانی، عبداللہ بن نور الدین، مقتل العوالم، تہران (بی تا)
۱۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، صحیح البخاری، مصر، نشر احیاء کتب السنہ ۱۴۱۰ق
۱۵۔ بلاذری، ابی الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر (۲۷۹ق)، انساب الاشراف، حققہ محمد باقر المحمودی، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات ۱۹۷۴
۱۶۔ جاحظ، ابو عثمان عمرو بن حجر، وسائل الجاحظ، قاہرہ، مطبعۃ السندوبی، ۱۹۳۳م
۱۷۔ خوارزمی زمخشری، موفق الدین احمد بن محمد (۶۶۵ق)، مقتل الحسین، تحقیق محمد الحادی، قم، مکتبۃ المفید (بی تا)
۱۸۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۷۴۸ق)، تاریخ الاسلام و دفیات المشاہیر و الاعلام، تحقیق عبد السلام تدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۰ چاپ اول
۱۹۔ سیوطی، جلال الدین (۹۱۱ق)، تاریخ الخلفاء، تحقیق لجنتہ ادباء، بیروت، دار الثقافۃ (بی تا)
۲۰۔ طبری، محمد بن جریر بن یزید، (۳۱۰-۲۲۴ق)، تاریخ الرسل و الملوک؛ تاریخ الطبری، قاہرہ، مطبعۃ الحبیبیۃ ۱۳۲۴ق۔
۲۱۔ قندوزی حنفی، سلیمان بن شیخ ابراہیم الحسینی، ینابیع المودۃ، بیروت، موسسہ الاعلمی (بی تا)
۲۲۔ کشی، عمر بن محمد، معرفت اخبار الرجال، مشہد (بی تا)
۲۳۔ مفید، محمد بن نعمان، (۴۱۳-۳۳۶ق)، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ترجمہ و شرح سید ہاشم رسولی محلاتی، تہران، علمیہ اسلامیہ (بی تا)
۲۴۔ مجلسی، محمد باقر (۱۱۱۱ق)، بحار الانوار، نھض مشروحہ جواد العلوی و محمد الآخوندی، تہران ۱۳۸۸
۲۵۔ مقرم، عبد الرزاق الموسوی، مقتل الحسین، قدم لہ محمد حسین المقرم، بیروت، دار الکتاب الاسلامی ۱۳۹۹، الطبعۃ الخامسۃ
۲۶۔ نویری، شہاب الدین احمد، نھایۃ الارب فی فنون الادب، ترجمہ محمود مہدوی دامغانی، امیر کبیر ۱۳۶۶
۲۷۔ یعقوبی، احمد بن یعقوب بن جعفر الشہیر بہ ابن واضح الاخباری (ف ۲۸۴ھ)، تاریخ الیعقوبی، نجف: مکتبۃ المرتضویۃ ۱۳۵۸ و بیروت: دار صادر، دار بیروت ۱۳۷۹